ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

حضرت مولانا سید اسعد مدنی

کے دورہ پاکستان کی تفصیلات پر مبنی

اشاعت خاص

۶
رمضان المبارک ۹۸ھ
۱۱ اگست ۷۸ء

ہدیہ ۳ روپے

حضرت شیخ التفسیر امام لاہوری قدس سرہٗ کے محشّی قرآن عزیز کے بارے میں
شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی رح کی رائے

سب سے عظیم الشان معجزہ جناب سرورِ کائنات حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا اور سب سے بڑا انعام اپنے بندوں پر حضرت ربُّ العالمین جلّ وعلیٰ شانہٗ کا یہ قرآن عظیم الشان ہے جو کہ تمام کتب اور صحفِ سابقہ کا مہیمن اور جملہ انبیاء و رُسل کے علوم کا جامع ہے۔ جس شخص کو اس میں سے کوئی بھی حصّہ ملا وہ اس کے لیے حظِ وافر اور انتہائی خوش قسمتی کا سامان ہے اور کیونکہ نہ ہو یہی تو وہ حبلِ متین ہے جو کہ خلق اور خالق کے مابین عروۃ وثقیٰ لاانفصام لہا کا کام دیتی ہے اور یہی تو وہ بحرِ زخار حقیقی ہے جس کے بیش بہا موتی حسب ارشاد لا تنقضی عجائبہ ختم ہونے پر نہیں آتے۔ ہر چند کہ متقدمین اصحاب معارف و یقین نے اپنی آخری قوت تک اس کی خدمات میں صرف کر دی مگر موفق متاخرین نے آ کر دکھلا دیا کہ لاکھوں دُرِ گراں مایہ اس بحرِ ناپیدا کنار کے قعر میں پھیلے ہوئے اب تک موجود ہیں جن پر کسی غواص کے ہاتھوں کا گزر تک نہیں ہوا۔ لنعم ما قیل۔ کم ترك الاول للآخر ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعد سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ۔ ہزار ہزار تبریک کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اپنی عمرِ گراں مایہ کو اس کی خدمت میں صرف کرنے میں دریغ نہیں فرماتے۔ اور ہزار ہزار ملامت کے مستحق وہ اشخاص ہیں جو اپنی گردنیں اس کتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہٖ کے سامنے نہ جھکاتے ہیں اور نہ اس میں غور و خوض کرتے ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب (وفقہ اللہ لما یحبہ و یرضاہ و اسعدہ علی قلل الدرجات المرضیہ ورقاہ) کو عنایاتِ ازلیہ کی نظرِ انتخاب نے ازل ہی سے چن کر اس عظیم الشان امر کے لیے مسبوق بالحسنیٰ قرار دیدیا تھا جن کی جدوجہد اور جاں فشانیاں بفضلہٖ تعالیٰ عرصۂ دراز سے اس چمنستان میں بار آور ہو رہی ہیں وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

میں نے مولانا موصوف کی یہ تحریر دربارۂ ربطِ آیاتِ قرآنیہ و ایضاح معانی فرقانیہ مختلف مقامات سے دیکھی۔ بحمد اللہ نہایت مفید اور کار آمد تحریر پائی۔ دلچسپ اور صحیح و ضروری مضامین کا خلاصہ اس طرح اس میں بھر دیا گیا ہے کہ عوام اور خواص دونوں کو بہت زیادہ آسانی کے ساتھ درِ گراں مایہ ہاتھ آ سکیں گے۔ میری نظر سے کوئی مضمون ایسا نہیں گزرا جو کہ مسلک اہلِ سنّت والجماعت کے خلاف ہو یا اس پر کوئی گرفت ہو سکے۔ مجھ کو قوی اُمید ہے کہ اگر لوگ اس عجیب و غریب تحریر کو غور و خوض کے ساتھ مطالعہ فرمائیں گے تو کتاب اللہ کے سمجھنے کا بہت بڑا فرض ادا کریں گے۔

آخر میں مولانا موصوف کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوا دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دارین میں ان کو سرخرو اور کامیاب فرمائے اور اپنی لقاء اور رضوان کے اعلیٰ درجات سے ان کو مالا مال کرے۔ آمین واللہ ولی التوفیق وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

ننگِ اسلاف
حسین احمد غفرلہٗ
خادم التعلیم بدار العلوم دیوبند

حضرت لاہوری رح کا محشّی قرآن عزیز، بہترین طباعت سے مزین، ہدیہ ۵۰ روپے،
دفتر انجمن خدام الدین سے مل سکتا ہے۔

تحریر ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ

اشاعتِ خصوصی

پچھلے دنوں کراچی میں پہلی اسلامی ایشیائی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں دنیا کے اسلام کے گوشہ گوشہ سے اربابِ علم و نظر یہاں تشریف لائے، جبکہ بعض غیر اسلامی ممالک کے اصحابِ علم نے بھی پاکستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔

پڑوسی ملک ہندوستان سے بھی اہلِ علم کی ایک جماعت یہاں تشریف لائی۔ جن میں شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا السید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے خلف الرشید و جانشین اور جمعیۃ علماء ہند کے سربراہ مولانا السید محمد اسعد مدنی زید مجدہم بھی شامل تھے۔ موصوف کی یہ آمد آٹھ سال بعد ہوئی، اس سے قبل وہ ۱۹۷۰ء میں تشریف لائے تھے۔

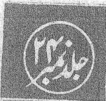
وہ سب سے پہلے کراچی پہنچے اور ایشیائی کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کے بعد سابق ریاست بہاولپور کی قدیم و عظیم خانقاہ اور روحانی مرکز دین پور شریف تشریف لے گئے۔ ساتھ ہی خانپور بھی جانا ہوا۔

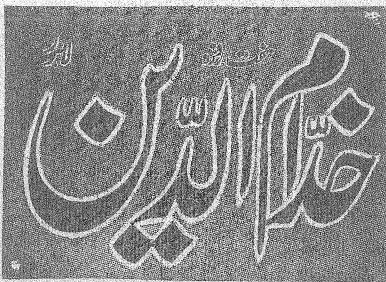
اس کے بعد ملتان، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، پشاور اور راولپنڈی ہوتے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ لاہور میں آپ کی آمد جولائی کی ۱۶ تاریخ کو ہوئی اور ۱۹ کو آپ براستہ واہگہ بھارت واپس تشریف لے گئے۔ لاہور میں آپ کے اوقات انتہائی مصروفیت کے عالم میں گزرے۔ جن کی تفصیلی رپورٹ آپ کو پرچہ میں مل جائے گی۔ ہم نے اپنی گنہگار آنکھوں سے عوام و خواص کو آپ کے لیے دیدہ و دل فرشِ راہ کرتے ہوئے دیکھا۔ جو دراصل اس قافلہ سخت جاں سے عوام کی بے لوث محبت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

ادارہ نے اپنے سرپرست و امیرِ محترم حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم کی خواہش و ایماء پر آپ کے دورہ کی مفصل رپورٹ پر مشتمل خصوصی اشاعت کا فیصلہ کر لیا۔ جس کا اعلان پچھلے پرچہ میں ایک علیحدہ اعلان کی شکل میں قارئین کے سامنے آ چکا ہے۔

ہم یہ اشاعتِ خصوصی پیش کرنے پر ازحد خوشی و مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ اشاعت بظاہر تو ایک فرد کے دورہ کی رپورٹ ہے لیکن درحقیقت یہ ایک عہد اور ایک تحریک و انجمن کی شب و روز کی مساعیٔ جمیلہ کے نقوش ہیں۔

بدل اشتراک
سالانہ ۶۰ روپے
ششماہی ۳۰ روپے
سہ ماہی ۱۵ روپے
فی پرچہ
ڈیڑھ روپیہ







رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت
مولانا عبیداللہ انور صاحب
مدیر منتظم
میاں محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمان علوی
معاون
صابر محمد حضروی

پبلشر مولانا عبیداللہ انور - پرنٹر الٰہی بخش - مطبع کاسمو پرنٹنگ ۸۰ موری گیٹ لاہور

ہم نے دوسرے مقامات پر مولانا کی تقاریر کی رپورٹیں منگوانے کی بھرپور سعی کی ہے۔ بعض جگہ سے رپورٹیں موصول ہو گئیں، لیکن بعض مقامات پر بار بار لکھنے کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔ جو مواد میسّر آیا وہ شامل کر لیا گیا ہے جو ابھی میسّر نہیں آیا وہ جونہی ہم تک پہنچے گا انشاء اللہ ہم اپنے قارئین تک پہنچا دیں گے۔

ہم اس موقعہ پر بطورِ خاص جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ مولانا اسعد کی تقاریر ہمارے لیے اپنے اندر ایک پیغام رکھتی ہیں۔ بالخصوص انجمن اسلامیان لاہور کے استقبالیہ میں آپ نے جو تقریر کی اس کا ایک ایک حرف اس قابل ہے کہ اسے پڑھا جائے اور پھر اپنے جذبۂ عمل کو اس کسوٹی پر پرکھا جائے۔

ایک ایسا ملک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور جنھیں ہم بے یارو مددگار چھوڑ کر آ گئے تھے انھوں نے اپنے وجود ملی کے تحفظ و بقا کے لیے جو شاندار کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اگر ہمارا جذبۂ عمل بیدار نہیں ہوتا تو گستاخی معاف ایک نہ ایک دن ہم اپنے وجود سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ (خدا ایسا نہ کرے)

۳۱ سال میں ہم نے کیا کیا؟ وہ کوئی ڈھکی چھپی داستان نہیں۔ اسلام کا نام بہت لیا لیکن عملاً صفر! حکومتوں نے جو کچھ کیا اور جو کچھ کر رہی ہیں وہ ایک الگ المیہ ہے۔ لیکن ہمیں حکومتوں کا منہ دیکھنے کے بجائے خود آگے بڑھنا چاہیئے کہ یہی وقت کی پکار ہے۔

نامناسب نہ ہو گا کہ اگر ہم جمعیۃ علماء اسلام کے قائدین و کارکنان سے یہ گذارش کریں کہ عمل صحیح کی سب سے زیادہ ذمہ داری آپ پر ہے، کیونکہ آپ ہی اس خطہ میں اس قافلۂ عزیمت کی نشانی ہیں جس نے میدانِ وغا کے اندر معرکہ ہائے جرأت و بسالت کی داستان رقم کی تھی۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے قائدین سرجوڑ کر قوم کی معاشی، تعلیمی اور سماجی اصلاح کے لیے ایک بھرپور پروگرام بنائیں اور اس کے کارکن اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ کیونکہ زندہ قوموں کا یہی وطیرہ ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے ارادوں اور عزائم میں برکت فرمائے اور ہمیں اپنے عظیم و جلیل اکابر کے نقش قدم پر چل کر ساحل مراد پر پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خدام الدین کا چوبیسواں سال

آج ہم خدام الدین کے ایک نئے سال کی ابتداء کر رہے ہیں۔

یہ پرچہ جو حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ نے محض تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے جذبہ سے جاری فرمایا تھا زندگی کے ۲۳ سال پورے کر چکا ہے۔ اس دوران اس کو بڑی بڑی ابتلاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔ اپنوں اور پرایوں کے وار سہنے پڑے۔ لیکن اللہ کی رحمت ہمیشہ شاملِ حال رہی اور اس نے ہماری تمام تر کمزوریوں کے باوجود ہمیں سنبھالا دیا۔ "بلوچستان کا مسئلہ کیونکر حل ہو؟" کے عنوان سے ۱۹۷۵ء کے ایک اداریہ بھٹو اور اس کے حواریوں کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، جس کی پاداش میں انھوں نے اس پرچہ کو موت کی نیند سلا دینا چاہا، لیکن یہاں بھی ع

رکھ لی میرے خدا نے مری بیکسی کی لاج

بہرحال ہم اپنے بزرگوں، دوستوں اور کرم فرماؤں کے ممنون ہیں کہ انھوں نے ہمیشہ بھرپور تعاون کیا۔ اگر احباب کا جذبۂ تعاون اسی طرح جاری رہا تو انشاء اللہ پہلے سے بڑھ کر خدمت کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

شیخ التفسیر نمبر

ہم نے چند ماہ پہلے مقبول بارگاہِ صمد حضرت العلام الشیخ السید محمد یوسف البنوری قدس سرہٗ کی یاد میں ایک ضخیم نمبر چھاپا بعض حلقوں کی بھونڈی اور افسوسناک مخالفت کے باوجود اللہ نے ہم پر کرم فرمایا اور ہمارا نمبر ہماری توقعات سے زیادہ پسند کیا گیا۔ اس سے ہمارے حوصلوں کو تقویت ملی اور ہم نے بانیٔ ادارہ حضرت لاہوری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی یاد میں ایک ضخیم نمبر نکالنے کا اعلان کر دیا۔ اعلان کے ساتھ ہی ہم نے ہندو پاک کے ارباب علم و قلم سے رابطہ پیدا کیا۔ ہمیں خوشی ہے کہ بزرگوں اور احباب نے بھرپور تعاون فرمایا۔ اور بہت سے احباب نے (انڈیا کے احباب سمیت) اپنے قیمتی مقالات بھجوا دیئے جبکہ بعض حضرات کے

وعدے ہیں۔ خواہش یہی تھی کہ یہ نمبر رمضان کی مبارک ساعتوں میں سامنے آجاتے۔ لیکن اس میدان کی عملی مشکلات کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی اس قسم کے معاملات سے پالا پڑا ہے۔ نمبر کے مضامین کی کتابت کا کام تیزی سے جاری ہے۔ بعض اہم مضامین کی انتظار ہے۔ انشاء اللہ یہ نمبر پوری آب و تاب سے بہت جلد منصۂ شہود پر آئے گا کسی قدر تاخیر کا امکان ضرور ہے۔ جس پر ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں اور دعاء کے طالب ہیں کہ اللہ ربّ العزّت ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے۔

انعامی مقابلہ

حضرت جانشین شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور مدظلہم کے حکم سے بعض خدام کیطرف یہ اعلان کیا جا رہا ہے کہ عربی مدارس اور عصری درسگاہوں کے طلباء میں سے جو طالب علم حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ کی سیاسی و ملی خدمات پر بہترین مقالے ارسال کریں گے، انہیں جج حضرات کے فیصلہ کی روشنی میں اڑھائی، ڈیڑھ اور یکصد روپیہ کے نقد انعامات (اوّل، دوم، سوم) دیئے جائیں گے۔

جج حضرات کے ناموں کا اعلان امیر انجمن کے فیصلہ کے بعد آئندہ کسی اشاعت میں کر دیا جائے گا۔ عزیز طلبہ کو چاہیئے کہ اپنے مقالات ۲۵ رمضان المبارک تک "سیکرٹری انعامی مقابلہ ہفت روزہ خدام الدّین لاہور" کے نام ارسال کریں۔ یاد رہے کہ مقالہ پر دینی درسگاہ کے سربراہ کے تصدیقی دستخط ضروری ہیں۔

عزیز طلبہ مواد کے سلسلہ میں ہم سے رجوع کریں گے تو ہم ان کی بھرپور رہنمائی کریں گے۔

رئیسِ اہلِ وفا جانِ بزمِ اہلِ تقا

وہ آئے حضرتِ اسعدؔ بفضلِ ربّانی
وہ جانشینِ حسینؒ زمان لاثانی

رئیسِ اہلِ وفا، جانِ بزمِ اہلِ تقٰی
مثالِ نیّرِ تاباں ہیں شمسِ عرفانی

عمل میں جہدِ مسلسل ہے آپ کا حصّہ
سراپا عشق و محبّت و نورِ ایقانی

متاعِ اہلِ جہاں ہیچ ہے نگاہوں میں
محیط دل پہ ہوا عشقِ ذاتِ ربّانی

عروج پر ہے ستارہ تری سعادت کا
سعید ہی نہیں اسعدؔ ہیں مردِ حقّانی

رضائے ذاتِ مقدّس نصیب ہو دائم
یہی ہے غایتِ اولیٰ، روحِ ایمانی

دعاءِ عارفؔ مہجور ہے دل و جاں سے
کریں یہ امّتِ مرحوم کی نگہبانی

— محمود احمد عارف

خطبہ جمعہ

روزہ نفس کی زکوٰۃ

شیخ طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور زید مجدہم

بعد از خطبۂ مسنونہ!

امّا بعد!

اعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم ؕ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (بقرہ ۲۳۶)

بزرگانِ محترم، معزز حاضرین محترم خواتین!

آج کے خطبۂ جمعہ کا عنوان روزہ اور اس کی برکات ہے۔ چونکہ رمضان کے مبارک ماہ کی آمد آمد ہے۔ اس لیے اسی سلسلہ میں چند معروضات پیش کروں گا۔

روزہ اسلام کی ایک عبادت ہے جو امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل تمام امم سابقہ پر فرض تھا۔ اس نعمت سے اس عظیم امت کو اگر محروم رکھا جاتا تو یہ خدا کی صفتِ عدل کے خلاف تھا۔ اس وجہ سے یہ سعادتِ عظمیٰ اس امت کے مقدر میں بھی کر دی گئی۔

روزہ کی فرضیت

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک مکی دور کہلاتا ہے دوسرا مدنی۔ آپ نے تیرہ سال کا طویل عرصہ جو مکہ میں گزارا اس میں صرف ایک چیز پر محنت کی اور وہ ہے خدا کی وحدانیت و صمدیت اور عقیدۂ توحید۔ اس پیغامِ ربانی کی اشاعت کے علاوہ اور کوئی عبادت آپ کے فرائض میں شامل نہ تھی۔ شب و روز آپ کے اس درد و کرب میں گزرتے کہ کاش یہ صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا قافلۂ انسانیت جادۂ حق پر قائم ہو جائے۔ اور نباتات و جمادات کے یہ پجاری خدائے واحد کے پرستار بن کر جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے نجات پا لیں۔ آپ کی زندگی کا دوسرا دور وہ تھا جو آپ نے مدینہ طیبہ میں گزارا۔ یہ مدت اگرچہ پہلے دور سے کم ہے، لیکن ان دس سالوں میں آپ پر اللہ کی جانب سے اسلام کا مکمل دستورالعمل نازل ہوا۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کے فرائض کی ادائیگی اس دس سالہ دور میں لازمی قرار دی گئی۔ روزہ بھی ان ہی اعمال میں سے ہے جن کی بجا آوری کا حکم آپ کو مدینہ طیبہ میں ہوا۔ ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ میں عاشورۂ محرم کے موقعہ پر دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھ رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تم یہ روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اس خوشی کے اظہار کے لیے یہ روزہ رکھتے ہیں کہ اس دن اللہ نے موسیٰ علیہ السّلام اور بنی اسرائیل کو فرعون کے جبر واستبداد اور ظلم وستم سے نجات دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم یہود سے زیادہ موسیٰؑ کے قریب ہیں اور اس بات کے بہت حق دار ہیں۔ بطور شکرِ خداوندی اس دن روزہ رکھا کریں۔ لیکن اندیشہ ہے کہ یہود یہ پروپیگنڈہ کر دیں گے کہ دیکھو اس پیغمبر نے ہمارے دین کو قبول کر لیا۔ یہود اور مسلمانوں میں فرق کرنے اور ان میں مشابہت دور کرنے کے لیے آپ نے حکم دیا کہ تم محرم کی نویں اور دسویں یا دسویں اور گیارھویں تاریخ میں روزہ رکھا کرو۔ مسلمانوں کی زندگی اسی ڈگر پر چل رہی تھی کہ اللہ نے رمضان المبارک کا پورا مہینہ روزے رکھنے کا حکم اتار دیا۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب محرم کے دو روزے رکھو تو ثواب ہے نہ رکھو تو مضائقہ نہیں۔ ان کی حیثیت اب نفل کی ہے۔

روزہ کی برکات

روزہ کو جب آداب و شرائط کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک اور کستوری سے زیادہ مہک والی ہے۔ روزہ دار کے منہ سے جو بو آتی ہے وہ حقیقتاً منہ کی نہیں ہوتی بلکہ خلوِ معدہ کی ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ دار انسان قیامت کے دن

عرشِ الٰہی کے زیرِ سایہ ہو گا۔

اس پر بس نہیں روزہ دار کا اعزاز و اکرام اس سے بھی زیادہ ہو گا۔

سرورِ دوعالم صلّی علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز جنّت میں دسترخوان بچھ دیا جائے گا، روزہ دار جنّت کے کھانے تناول کر رہے ہوں گے اور کچھ لوگوں کا ابھی تک حساب ہو رہا ہو گا۔ وہ پوچھیں گے کہ یہ کون لوگ کھانا کھا رہے ہیں تو انہیں جواب دیا جائے گا کہ یہ روزہ دار انسان ہیں۔ تم نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزے نہ رکھے۔ اس لیے سختی میں ہو۔ انھوں نے رمضان کے احترام میں روزے رکھے اور آج راحت میں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک گنہگار انسان اپنے بُرے اعمال سے گھبرایا ہوا ہو گا۔ اتنے میں ایک خوبصورت، حسین و جمیل نوجوان آئے گا اور دربارِ خداوندی میں درخواست کرے گا: "اے بارِ الٰہ! اس شخص کو جنّت عطا فرما۔ اس نے میرا اعزاز کیا، آج تو اس کو اعزاز بخش"

خداوند تعالیٰ اس نوجوان کی شفاعت کے سبب حکم دیں گے کہ اس شخص کو جنّت میں داخل کر دیا جائے۔

وہ خوبصورت نوجوان جب چلے گا تو یہ گنہگار انسان اس کو آواز دے گا اور پوچھے گا اے نوجوان بتا تو کون ہے، میں نے آج سے قبل تجھے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ نوجوان کہے گا میں تو ہر سال آپ کا مہمان ہوا کرتا تھا۔ جب بھی آپ کے پاس آتا آپ میری بڑی عزّت وتکریم کرتے۔ شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا میں روزہ ہوں۔"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں کہ اعمال کو قیامت کے روز اجسام کی شکل میں ظاہر کیا جائے گا۔ جیسے سورۃ بقرہ اور سورۃ آلِ عمران دو بادلوں کی شکل میں جس شخص نے انہیں تلاوت کیا ہو گا، اس پر سائبان کی طرح سایہ کریں گی۔ ایسے ہی روزہ کو بھی انسانی جسم کی صورت میں ظاہر کیا جائے گا۔

روزہ کی برکات اور فضائل کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ روزہ قبر میں انسان کی بائیں جانب سے عذاب کو روکے گا۔

امام العصر سید انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ چونکہ آپ نے روزہ کو ڈھال سے تشبیہ دی ہے اور یہ اصول ہے کہ ڈھال وار کو روکنے کے لیے بائیں ہاتھ کے ذریعہ استعمال میں لائی جاتی ہے۔ اس لیے روزہ بھی بائیں جانب سے انسان کا قبر میں دفاع کرے گا۔

روزہ کے فوائد

روزہ کے اخروی فوائد کے ساتھ ساتھ اس کے جسمانی و روحانی فوائد بھی پیشِ نظر رکھنے چاہئیں۔

جو شخص سارا دن بھوکا پیاسا رہے گا اسے اس غریب و نادار اور مجبور و بیکس انسان کی بھوک و پیاس کا احساس ہو گا۔ جو نانِ جویں تک کا محتاج ہوتا ہے اور شب و روز اس کے فاقہ سے گزرتے ہیں۔

روزہ سے نظامِ ہضم درست رہتا ہے۔ اور خون کا دباؤ بڑھنے نہیں پاتا۔ صحت اعتدال پہ رہتی ہے۔ روزہ کے سبب خیالات پاکیزہ رہتے ہیں۔ گناہ سے نفرت اور نیک اعمال کی طرف رغبت کا جذبہ دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اور یہی تقویٰ ہے جسے قرآن نے روزے کا مقصود بیان کیا۔ روزہ کے سبب تراویح اور تلاوتِ قرآن کا موقع میسر آتا ہے۔ جس سے اجر و ثواب ستّر درجہ بڑھ جاتا ہے۔

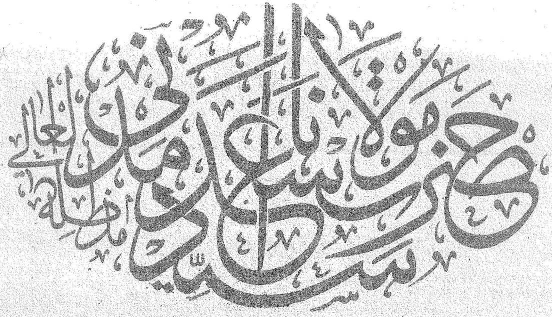
اس کے علاوہ بھی روزہ کے فوائد بے حد و حساب ہیں۔ قلّتِ وقت کے پیشِ نظر اس تھوڑے کہنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ آئندہ جمعہ بھی اس موضوع کے متعلق عرض کروں گا۔ خدا حسنِ عمل کی دولت سے نوازے۔ آمین ؛

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

لمحہ لمحہ کی روداد لمحہ لمحہ کی داستان

ترتیب : حضروی

حسینی کارواں کا میر کارواں



اہالیانِ پاکستان کے درمیان

رابطۂ عالم اسلامی نے ۷، ۸، ۹ جولائی ۷۸ء کو پہلی ایشیائی اسلامی کانفرنس کا انتظام و انصرام کیا تو میزبانی کا شرف پاکستان کے حصہ میں آیا۔ یہ کانفرنس کراچی میں منعقد ہوئی جس میں دنیا بھر کے اسلامی ممالک سے قانون دان، دانشور، صحافی اور علماء شریک ہوئے۔ بھارت سے جو وفد اس کانفرنس میں شرکت کے لیے پاکستان آیا اس میں شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے فرزند ارجمند، اپنے وقت کے عظیم مذہبی و سیاسی رہنما ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والا درویش سلطان اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر جناب سید محمد اسعد مدنی کانفرنس کے مندوب کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مولانا موصوف قومی و ملی کارناموں کے سبب ہندوستان ہی نہیں دیگر اسلامی ممالک میں بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ آپ کی شخصیت زہد و ورع کا پیکر، جہد و مساعی کا مجسمہ علم و عمل کا مرقع، صبر و قناعت کا نمونہ، استقلال و استقامت کا کوہِ گراں اور مذہب و سیاست کا حسین امتزاج ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے جانشین و فرزند ہونے کی نسبت سے کروڑوں پاکستانی مسلمانوں کے دل بھی عقیدت و احترام سے جھک جاتے ہیں۔ کہ اللہ نے حضرت مدنیؒ کو جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا۔ آپ کی شخصیت حقیقی معنوں میں اپنے عظیم باپ کے اوصاف کی آئینہ دار ہے۔

۸ جولائی کو آپ کراچی پہنچے

آپ کی آمد کی خبر کراچی شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ سینکڑوں افراد آپ کے استقبال کے لیے کراچی ائرپورٹ پر دیدہ و دل فرشِ راہ کیے ہوئے تھے۔ آپ ائرپورٹ سے سیدھے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل روانہ ہو گئے تین دن تک رابطہ عالم اسلامی کے خرچ پر انٹر کانٹی نینٹل میں قیام فرمایا۔ کراچی میں آپ نے مختلف تقریبات میں شرکت کی اور انتہائی مصروف دن گزارے۔ جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ سندھ نے آپ کے اعزاز میں ایک پُرتکلف استقبالیہ دیا۔ رانا بشیر احمد ایڈیٹر "صداقت" کی جانب سے دیئے گئے عصرانہ میں شریک ہوئے۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل، مدبر و زیرک سیاستدان پاکستان قومی اتحاد کے صدر اور جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود کی امراضِ قلب کے انسٹی ٹیوٹ میں عیادت کی۔ ماضی کے دریچے کھلے۔ پرانی یادیں تازہ ہوئیں اور دیکھنے والوں کے لیے یہ منظر ع

آملے ہیں سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

کا مصداق بن گیا۔ اس دوران آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے وفود سے ملاقاتیں کیں۔ اور پرانا تعلق رکھنے والے افراد کے گھروں میں بھی تشریف لے گئے۔

کراچی میں تین دن گزارنے کے بعد بذریعہ کراچی ایکسپریس خانپور روانہ ہوئے اور سیدھے دین پور تشریف لے گئے۔ حضرت دین پوری

دامت برکاتہم کو باوجود لاغر و کمزور
اور نحیف و نزار ہونے کے چارپائی
پر اٹھا کے استقبال کے لیے گاؤں
سے باہر لایا گیا۔ دو اہل اللہ کے
ایک مقام پر اکٹھا ہونے سے فضائیں
فرطِ مسرت سے جھوم اٹھیں۔ شام کو
آپ دین پور سے مدرسہ مخزن العلوم
خانپور تشریف لائے۔ حضرت درخواستی
مدظلہٗ کوئٹہ جا چکے تھے۔ حضرت
درخواستی کے صاحبزادگان، مدرسہ کے
اساتذہ و طلبہ اور معززینِ شہر
نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔
"عصرِ حاضر میں دینی طلبہ کی عظمت و
مقام اور طریقۂ خدمت" کے عنوان
پر طلبہ سے مختصر خطاب فرمایا۔

دوسرے دن خیبر میل سے
ملتان تشریف لے گئے۔ سرزمین ملتان
جو اولیاء اللہ کی بستی ہے اور جہاں
سینکڑوں بزرگانِ دین محوِ استراحت
ہیں اس زمین کے جیالوں اور اسلام
کے شیدائیوں نے جب حضرت اسعد
مدنی مدظلہٗ کی آمد کی نوید سنی تو
سینکڑوں کی تعداد میں ریلوے اسٹیشن
پر استقبال کے لیے پہنچ گئے۔ آپ
مدرسہ قاسم العلوم کے علاوہ دو تین
جگہوں پر تشریف لے گئے۔ ملتان
میں ایک دن قیام کیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان
کے خدام نے آپ کو مجلس تحفظ
ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں
تشریف لانے کی دعوت دی جسے
آپ نے قبول فرمایا۔

ساڑھے گیارہ بجے دن حضرت
مولانا عبدالقادر قاسمی کی معیت میں
حضرت دفتر مرکزیہ میں پہنچ گئے۔
مجلس کے رہنماؤں نے آپ کا پرتپاک
خیر مقدم کیا اور عقیدت و احترام
سے آپ کو دفتر میں لے آئے۔
اس موقعہ پر مولانا محمد یوسف لدھیانوی
مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا
محمد منظور احمد شاہ، مولانا عزیز الرحمٰن
جالندھری، مولانا قاضی اللہ یار، مولانا
غلام محمد بہاولپور، مولانا عبدالرحیم
اشعر، مولانا خدا بخش، مولانا اللہ وسایا
الحاج خلیل احمد لدھیانوی اور مدیر
لولاک تاج محمود موجود تھے۔

مولانا تاج محمود صاحب خصوصی
طور پر حضرت کے استقبال کے
لیے فیصل آباد سے ملتان گئے۔ مولانا
کی خدمت میں جماعت کا تعارف و
کام کی رفتار کی رپورٹ پیش کی۔
حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت
برکاتہم کی امارت پر بھرپور خوشی
کا اظہار فرمایا۔ افریقہ میں قادیانیوں
کی سرگرمیوں کی تفصیلات بیان
فرمائیں۔ قادیانیت کے خلاف عالمِ
اسلام کی بیداری پر انبساط و خوشی
کا اظہار فرمایا۔ حضرت بخاری صاحب
قاضی صاحب، حضرت جالندھری،
مولانا اختر، سید بنوری کے خلوص و
للّٰہیت کو بھرپور خراج عقیدت
پیش کیا۔ قاسم العلوم، تنظیم، جمعیۃ
خیر المدارس، تعلیم الابرار کے تمام
علماء بھی دفتر میں موجود تھے۔

جماعت کی عربی، انگریزی
اردو کتابوں کا درجن بھر کے
قریب سیٹ پیش کیا۔ جس پر
آپ نے دلی دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

کوئی دو گھنٹے تک یہ نورانی
محفل قائم رہی۔ مہمانِ خصوصی اور
دوسرے مدعوین حضرات کے کھانے
کا اہتمام دفتر میں کر لیا گیا تھا۔
کھانا کھلایا گیا

حضرت کا گو بھارت کی
ایک مذہبی اور سیاسی جماعت جمعیۃ
علماء ہند سے تعلق ہے لیکن پاکستان
میں وہ خالص دینی اور تبلیغی مقاصد
کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے
یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے
اس سفر میں کسی جگہ بھی کسی
سیاسی موضوع پر گفتگو نہیں کی
بلکہ صرف تعلیمی اور تبلیغی موضوعات
پر انتہائی قیمتی خیالات کا اظہار کیا۔

جس کے بعد حضرت
ڈیرہ اسمٰعیل خان جانے کے لیے
ائیرپورٹ پر تشریف لے گئے۔

ڈیرہ میں ہزاروں افراد نے
آپ کو خوش آمدید کہا۔ ڈیرہ کی
پوری تاریخ میں اتنا عظیم الشان
استقبال شاید ہی کسی کا ہوا ہو۔
مولانا عبدالکریم صاحب بیر شریف بھی
وہیں تشریف لے آئے تھے۔ مولانا
علاؤالدین صاحب کے ہاں قیام
فرمایا۔ مولانا عبدالسلام صاحب اور
جمعیۃ کے دیگر عہدے داروں اور
کارکنوں سے ملاقات کی۔ ڈیرہ سے
آپ بذریعہ طیارہ عازم پشاور ہوئے
مولانا ایوب جان بنوری، جناب
صاحبزادہ عبدالباری جان، مولانا محمد امیر
بجلی گھر، مشہور طالب علم رہنما جناب
جاوید ابراہیم پراچہ، جناب حاجی ابراہیم
پراچہ اور کم از کم پانچ ہزار آپ

گئے مداحوں اور جمعیۃ علماء اسلام کے کارکنوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ جس شخص کی بھی، آپ کے باوقار چہرے پر نگاہ پڑتی عقیدت و ارادت سے اس کی گردن جھک جاتی۔ ائرپورٹ سے آپ مولانا ایوب جان بنوری کے مدرسہ دارالعلوم سرحد تشریف لے گئے۔ پشاور میں عظیم الشان مسجد قاسم علی خان میں پُر مغز خطاب فرمایا۔ کم و بیش ستر ہزار افراد کی حاضری تھی۔ پشاور سے آپ اکوڑہ خٹک سے ہوتے ہوئے سخاکوٹ تشریف لے گئے۔ راستہ میں اکوڑہ خٹک کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ میں تھوڑی دیر ٹھہرے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی عیادت کی۔ جب آپ حضرت مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ اسیر مالٹا کی ملاقات کے لیے سخاکوٹ پہنچے تو مولانا عزیر گل مدظلہ انتہائی خوش ہوئے۔ اگرچہ حضرت کی بینائی تقریباً ختم ہو چکی ہے لیکن آپ کی باتوں جن میں گلوں کی خوشبو ہوتی ہے سے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آپ کی قیمتی متاع چھن جانے کے بعد واپس مل گئی ہو۔

بہت سی باتیں ہوئیں۔ مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ حضرت نے خاص طور پر اس بات سے منع فرمایا کہ آپ پاکستان میں سیاسی تقاریر بالکل نہ کریں کیونکہ پاکستانی اخبارات خصوصاً "نوائے وقت" کے "صحافتی پنڈت" آپ کی باتوں کو غلط رنگ دے کر پاکستانی عوام کے سامنے پیش کریں گے۔ اور پاکستان کی فضا میں آپ کے خلاف نفرت و تکدّر پیدا کر دیں گے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ان بے ننگ و نام صحافتی پنڈتوں نے تیئس سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اور ان کے رفقاء پر کیچڑ اچھالنے، مختلف الزامات و بہتان تراشنے اور ان عبقری شخصیات کی کردارکشی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ عیسائی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ جو گناہ اور برا فعل کریں آخرت میں انہیں کوئی بازپرس نہیں ہوگی۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے گناہوں کا کفارہ پھانسی کی سزا بھگت کر ادا کر چکے ہیں۔ ایسے ہی ان لوگوں کا یہ نظریہ ہے کہ بانیٔ پاکستان ہمارے گناہوں کا کفارہ خطۂ پاکستان دے کر ادا کر گئے ہیں۔ اب ہم ہر چڑھتے سورج کے پجاری ہیں، ایمان فروشی کا ارتکاب کریں، ضمیر کا گلا گھونٹیں، ظلم و جبر کی ہر دور میں حمایت کریں۔ حضرت مدنیؒ اور مولانا آزادؒ کو گالیاں دے کر اپنی تجوریاں بھریں۔ پاکستان اور مسلم لیگ کا نام لے کر اپنی جائداد اور کوٹھیاں بنوائیں کوئی ہمیں روکنے والا نہیں۔ اس لیے کہ پاکستان ہمارے نام الاٹ ہو چکا ہے اور ہم ہی اس کے واحد اجارہ دار ہیں پاکستان ہماری ملکیت ہے۔ ہم پاکستان کو بیچ کر بھی کھا جائیں تو کس کی جرأت ہے جو ہماری طرف بری نگاہ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ اگر کسی نے ہمارے مکروہ چہرے سے نقاب الٹنے کی کوشش کی تو ہم غدار، وطن دشمن اور قیام پاکستان کا مخالف ہونے کا الزام لگا کر اس کے امیج کو تباہ کر کے رکھ دیں گے۔

مولانا عزیر گل صاحب مدظلہ سے رخصت کی اجازت ملنے کے بعد آپ واپس پشاور تشریف لائے اور بذریعہ ہوائی جہاز راولپنڈی تشریف لے گئے۔ ائرپورٹ پر شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں، مولانا محمد رمضان صاحب علوی اور قاری محمد امین صاحب کے علاوہ تقریباً ایک ہزار افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ ائرپورٹ سے آپ سیدھے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانصاحب کے مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار تشریف لے گئے۔ رات وہیں قیام کیا۔ اگرچہ سفر کی صعوبت اور تسلسل کی وجہ سے آپ کو شدید تھکاوٹ تھی۔ لیکن پھر بھی آپ کی مستعدی اور آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور پاکستانیوں نے دیکھا کہ حضرت مدنیؒ کے جانشین کی تمام ادائیں اپنے باپ والی ہیں۔ آپ تین بجے بیدار ہوئے نماز تہجد ادا کرنے کے بعد غسل کیا۔ اذان ہونے کے ساتھ ہی فوراً فجر کی جماعت کروائی۔ جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے صاحبزادے میاں اجمل قادری صاحب جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر جناب میاں محمد عارف صاحب کی معیت میں آپ کو لاہور لے جانے کے لیے کار

باقی صفحہ ۲۶ پر

ایک یادگار

خطبۂ استقبالیہ

جانشین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید اسعد مدنی کے لاہور میں ورود مسعود کے موقع پر انجمن اسلامیان لاہور نے باغ جناح میں ان کے اعزاز میں استقبالیہ دیا جس میں تقریباً ڈیڑھ ہزار اہالیان لاہور نے شرکت کی اس موقع پر جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی نے ایک تاریخی خطبہ استقبالیہ ارشاد فرمایا ان کو من وعن یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

بخدمت گرامی حضرت مولانا سید محمد اسعد صاحب مدنی متعنا اللہ تعالیٰ ببقاکم

و دیگر مہمانان گرامی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انجمن اسلامیان لاہور کے کارکن آج کے پرمسرت موقع پر جہاں رب کائنات کے حضور سجدہ ریز ہیں وہاں آپ حضرات بالخصوص مہمان ذی وقار کے بھی ممنون ہیں کہ اس خوشی ومسرت کا باعث آنجناب کی تشریف آوری اور ہماری دعوت کو قبول فرمانا ہے۔ جو مہمان گرامی آج ہمارے درمیان تشریف فرما ہیں انہیں بلاشبہ اسلامیان عالم بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کی متاع عزیز اور ان کے بیدار مغز، دور اندیش اور بہادر قائد و رہنما ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حضرات! برصغیر جو آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش جیسے ممالک پر مشتمل ہے، شاندار ماضی اور روایات کا حامل تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے برگزیدہ بندے اور نبی سیدنا آدم علیہ السلام کا ہبوط اسی خطہ میں ہوا اور پھر سلسلہ نبوت ورسالت کی آخری کڑی یعنی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو جن علاقوں اور خطوں کو صحابہ وتابعین ہی کے دور میں اس سعادت سے اپنا دامن مراد بھرنے کا موقعہ ملا ان میں یہ خطہ بھی شامل ہے۔ بمصداق روایات کے مطابق خلیفہ ثالث داماد پیغمبر سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یہاں کی سرزمین پرچم اسلام تلے آچکی تھی۔ جبکہ دیگر تابعین کے عہد میمون میں محمد بن قاسم علیہ الرحمۃ کی قیادت میں ارباب غیرت وعزیمت نے یہاں کے طویل حصہ پر پرچم اسلام لہرادیا۔ اس وقت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے غاصبانہ قبضہ تک یہ خطہ مسلم حکمرانوں کے تقریباً زیر نگیں رہا جنہوں نے اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تاریخ کا عظیم سرمایہ ہیں۔

اس کے علاوہ حضرات صوفیاء کرام اور علماء عظام نے ہر دور میں یہاں شجر اسلام کی آبیاری کا فریضہ سر انجام دیا اور واقعہ یہ ہے کہ آج اس پورے خطہ میں تیس کروڑ کے قریب کلمہ گو مسلمانوں کا وجود ان ہی اہل اللہ اور مصلحین امت کی سعی و جہد کا مرہون منت ہے

یہ خطہ جہاں اپنے دامن میں بے پناہ خوبیاں رکھتا ہے وہاں اکثر و بیشتر اس میں مختلف النوع فتنے بھی جنم لیتے رہے ہیں جن میں سے بعض تو ایسے تھے جن کی شدت سے ملت کا وجود تک متزلزل ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا لیکن "پاکبازان ملت" کی وہ جماعت جس کی خبر حضور رحمت دو عالم ختمی مرتبت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے دی، ہمیشہ آگے بڑھ کر ان فتنوں کا مقابلہ کیا اور ان کی محنت و کوشش کو اللہ تعالے نے شرف قبولیت نصیب فرما کر ملت کو ان سے محفوظ رکھا۔

ان پاکبازان امت میں سے پہلی موثر ترین شخصیت حضرت الامام الشیخ مجدد الف ثانی قدس سرہ کی ہے جو اس خطہ میں آنے والے پہلے "مجدد" ہیں بلکہ الف ثانی کے مجدد، آپ کے دور کا وہ فکری فتنہ جسے دین الٰہی کا نام دیا جاتا ہے اپنے اثرات کے اعتبار سے اتنا شدید تھا کہ اگر حضرت مجدد قدس سرہ کا سوز دروں اور ان کی محنت شاقہ نہ ہوتی تو ملت خطرناک ترین صورت حال کا شکار ہو جاتی آپ نے جہاں سلطنت مغلیہ کی پٹڑی سے اتری ہوئی گاڑی کو دوبارہ لائن پہ لا کھڑا کیا وہاں آپ نے اپنے مکتوبات میں "کافر فرنگ" کی اصطلاح استعمال کر کے فرنگی سامراجیوں کی مسلم دشمنی اور ملت کش ذہنیت پر متنبہ کر دیا۔ آپ کے بعد عروس البلاد دہلی کا وہ خاندان سامنے آیا جس کے سربراہ حکیم الامت حضرت الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ تھے یہ خاندان جسے ماضی قریب کے نامور ترین مصنف حضرت مولانا سید محمد میاں دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ "شاہان دہلی" کے نام سے یاد کرتے ہیں نے فکری اور عملی محاذ پر ملت کی وہ خدمت سر انجام دی جو تاریخ ہند کا روشن ترین باب ہے۔

حضرت حکیم ملت نے قرآن عزیز کے ترجمہ و تفسیر کی ملکی زبانوں میں داغ بیل ڈالنے کے ساتھ ساتھ فکری اصلاح کیلئے وہ شاندار لٹریچر مہیا کیا جو آج چار دانگ عالم کے اہل فکر و نظر کے یہاں عظیم سرمایہ تصور کیا جاتا ہے۔ آپ نے اس کے ساتھ ہی احمد شاہ ابدالی اور نواب نجیب الدولہ کو صورت حال کی نزاکت کی طرف توجہ دلا کر انہیں ہندوستان میں سر اٹھانے والی استبدادی قوتوں کا سر کچلنے پر آمادہ کیا۔

اور آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ گرامی مرتبت حضرت شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ نے ہندوستان کو "دار الحرب" قرار دیکر جہاد جیسے مقدس اسلامی فریضہ کا احیاء کیا جس کا ایک باب حضرت الامیر السید احمد شہید بریلوی قدس سرہ کی قیادت میں بالاکوٹ کے مقام پر اختتام پذیر ہوا، ان سرفروشان امت نے طویل سفر اختیار کر کے پوری ملت میں "روح جہاد" پیدا کردی اور ایسی کہ فرزندان ملت ہنسی خوشی سر کٹانے کیلئے سوئے میدان بڑھنے لگے۔ ان غازیان اسلام اور مجاہدین حریت کی بے لوث اور مخلصانہ خدمت ایک ایسی شمع روشن کر گئی جس سے ملت آج تک روشنی حاصل کر رہی ہے۔ یہ چنگاری سانحہ بالاکوٹ کے چند سال بعد شعلہ جوالہ بن کر بھڑکی اور اس کے بھڑکانے کا سہرا میرٹھ چھاؤنی کے ان فوجیوں کے سر تھا جنہوں نے اپنے دین و دھرم کے تحفظ کے لئے انگریزی جبر کو للکارا، گو کہ ان کے جسموں کے پرخچے اڑا دیئے گئے لیکن وہ ۱۸۵۷ء کو ایک ایسا سال قرار دے گئے جو آج بھی تاریخ حریت و استخلاص وطن کا روشن عنوان ہے۔ اس مرحلہ پر شاملی و تھانہ بھون کے ان نفوس قدسیہ کو خراج عقیدت پیش کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی قیادت میں نہتے ہونے کے باوجود انگریز کی توپوں کے منہ

صرف منہ موڑ دیتے بلکہ اس سے اس کا تخت بھی چھین لیا۔ اس جنگ کے ہیرو حجۃ الاسلام نانوتوی، فقیہ امت مولانا رشید احمد گنگوہی (جو بعد کے تمام مجاہد علماء کے استاذ و شیخ طریقت ہیں) اور حضرت حافظ ضامن شہید ہیں۔ لیکن آہ ہماری بد قسمتی کہ مرحلہ پہ اپنے اقربا کی سیاہ بختی و بے ضمیری نے حالات کا رخ پلٹ دیا اور ہماری غلامی کا دور طویل تر ہوتا چلا گیا۔ لیکن اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں ان نفوس قدسیہ پر جنہوں نے عظمت رفتہ کی واپسی کے لئے ہر نوع کی قربانی دی اور اپنی جد وجہد کا رخ موڑ کر اسلامی علوم وفنون اور عقائد ونظریات کے تحفظ کیلئے مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا جس کی پہلی کڑی مادر علمی دار العلوم دیوبند تھا۔

حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ جن کے متعلق حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم گولڑوی فرماتے تھے کہ وہ "حضرت حق کی صفت علم کے مظہر اتم تھے" نے اپنے رفقاء سمیت اس محاذ پر کام شروع کیا اس سے جہاں علوم وتہذیب اسلامی کا مقصد پورا ہوا وہاں حضرت نانوتوی کے شاگرد رشید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے بقول وہ مقصد بھی پورا ہوا جو ان اداروں کی اصل روح تھی یعنی "مجاہد علماء" کی تیاری تاکہ فرنگی سامراج اور اس کے فکری سیلاب کی روک تھام کی جاسکے اور ایسی طویل جنگ لڑی جاسکے جو اس کے اقتدار کے خاتمہ پر منتج ہو۔ یہ مشن ومقصد ان "مجاہد علماء" کے ہمیشہ پیش نظر رہا اور مجھے یہ کہنے میں قطعاً باک نہیں کہ جس طرح ماضی بعید میں حکیم الامت حضرت الامام الشاہ ولی اللہ دہلوی کی روح علمی وعملی ہر تحریک میں اصل محرک تھی اسی طرح ماضی قریب کی ہر تحریک میں حکیم دہلوی کی روحانی اولاد یعنی ان مجاہد علماء کا جذبہ عمل کارفرما تھا۔

اس دعویٰ کی دلیل کے طور پر تحریک ریشمی رومال اور تحریک خلافت جیسی عظیم تحریکیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اول الذکر تحریک جو ہندوستان سے باہر حرمین شریفین، ترکی اور کابل وافغانستان تک پھیلی ہوئی تھی ایک "ملائے مکتبی" کی سیاسی بصیرت ودور اندیشی کی مرہون منت تھی اور امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا منصور انصاری جیسے لوگ اس کے عالمی نمائندے تھے جبکہ تحریک خلافت اندرون ملک وہ ہمہ گیر تحریک تھی جس کو برادران وطن کا بھی تعاون حاصل تھا لیکن اس میں بھی مرکزی حیثیت حضرت شیخ الہند کی تھی، کیونکہ مولانا ابو الکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر انصاری جیسے لوگ حضرت سے باقاعدہ متعلق اور انہیں اپنا مقتدا مانتے تھے اور مالٹا سے واپسی پر آپ کو شیخ الہند کا خطاب مسلم وغیر مسلم برادران وطن نے مل کر دیا۔ شیخ الہند کا جو مقام تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مولانا محمد علی جوہر نے اپنے آخری سفر یورپ کے لئے جاتے ہوئے مالٹا میں اتر کر باقاعدہ اس کمرہ کی زیارت کی جس میں حضرت شیخ الہند کے ایام اسیری گزرے تھے

(بحوالہ ڈائری محمد علی مرتبہ مولانا عبد الماجد دریا آبادی)

اس کے ساتھ ہی اس بات کا اظہار کرنا ضروری ہے کہ خانقاہ گنگوہ کی ایک اور شاخ جس کے سرخیل حضرت الشاہ عبد الرحیم رائے پوری تھے بھی اس تحریک وپروگرام میں برابر کی شریک تھی بلکہ حضرت شیخ الہندؒ کی گرفتاری کے بعد خود ان کے حکم وارشاد سے حضرت رائے پوری ہی تحریک کی مرکزی شخصیت تھے اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ وجانشین حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری تادم واپسیں ہر طرح شریک ومعاون رہے بلکہ انہیں بھی اپنے مرشد عظیم المرتبت کی طرح مقتدایانہ حیثیت حاصل تھی۔ حضرت شیخ الہندؒ کی زندگی میں ہی تمام اہل دانش وبینش اور بالخصوص علماء کی قوت کو مجتمع کرنے کے لئے جمعیۃ علماء ہند کا قیام معرض وجود میں آچکا تھا جس میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی اعظم مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ، مولانا

عبدالباری فرنگی محلیؒ ۔ مولانا ابوالمحاسن سجادؒ جیسے نابغہ اور عبقری لوگ شامل تھے ۔ جبکہ بعد کے ادوار میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ ۔ سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ ۔ مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ ۔ اور مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ جیسے حضرات اس جماعت کے دل و دماغ تصور کئے جاتے ہیں اور آج ہمارے عزیز ترین مہمان صاحبزادہ السید محمد اسعد مدنی اس کے صدر ہیں ۔ متع اللہ المسلمین ببقائہ ۔

اس مجاہد جماعت کا ایک ایک فرد اپنی جگہ ایک انجمن اور ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن جو مرکزیت و جامعیت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا السید حسین احمد مدنیؒ کو نصیب ہوئی وہ انہی کا حصہ ہے ۔

ایک عظیم المرتبت خاندان کا فرزند عزیز جسے اللہ رب العزت نے ابتدا ہی میں بارگاہ محمودی ورشیدی میں پہنچا دیا اور پھر جلدی ہی اسے اپنے پورے خاندان سمیت حرمین کی عطر بیز فضاؤں میں پہنچا دیا ، بھلا جس شخص کی بھرپور جوانی کا طویل عرصہ مدینہ طیبہ زادہا اللہ شرفاً میں گزرا ہو پھر وہ بھی حدیث رسولؐ کی تدریس میں ۔ اس کی قسمت و مقدر کا کیا ٹھکانہ ؟

یہی شیخ مدنیؒ تھے جنہوں نے ہندوستان واپس آنے کے بعد اپنے بزرگوں کے قافلہ کی حدی خوانی کا فریضہ سرانجام دیا اور ایسا کہ انگریزی سلطنت کو ہلا دیا ۔ کون ہے جو اس حقیقت کا انکار کرے کہ انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف فتویٰ کی پاداش میں ایک طرف امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اپنا "قول فیصل" کے عنوان سے مثالی بیان عدالت میں پیش کر رہے تھے تو دوسری طرف یہی "مہاجر مدنیؒ" کراچی کے خالق دینا ہال میں انگریز راج کو للکار رہا تھا ، اس بندہ خدا نے ایسا للکارا کہ مولانا محمد علی جوہرؒ جیسے مرد جری نے متاثر ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور جزاک اللہ و مرحبا کی آواز سے احاطۂ عدالت گونج اٹھا ۔

شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کی بے لوث اور مخلصانہ خدمات کے اظہار و بیان کے لئے ایک دفتر درکار ہے ۔ یہی خلوص انہیں ایک موقعہ پر مسلم لیگ میں کشاں کشاں لے گیا ۔ آپ نے بقول چوہدری خلیق الزمان اپنی مساعی جلیلہ سے عوام کو مسلم لیگ سے متعارف کراکر اس کے بتیس سالہ تن بے جان میں جان ڈال دی ۔

(مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول ص ۳۶۰ و ۳۶۱ ۔ بحوالہ مکتوب چوہدری خلیق الزمان)

حصول آزادی کے وقت مسلمانوں کے لئے یقیناً آپ کا پسندیدہ فارمولا دوسری قسم کا پاکستان تھا یہ پاکستان نہ تھا لیکن یو ۔ پی کے الیکشن میں کامیابی کے بعد ارباب لیگ کے مقاصد سے انحراف نے آپ کو دل برداشتہ کر دیا اور آپ کی جماعت نے غم و اندوہ کے عالم میں اس سے علیحدگی اختیار کر لی ۔ تاہم آپ نے اس غم کو زندگی کا ساتھی نہیں بنایا بلکہ نئے حوصلہ و عزم کے ساتھ سفر شروع کر دیا اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ انگریز یہاں سے چلا نہ گیا ۔

لیکن یہ ایک واضح اور ٹھوس حقیقت ہے اور بے لوثی اور پاکی نفس و نیت کی شہادت ہے کہ قیام پاکستان کے بعد آپ نے پاکستان میں موجود اپنے بے شمار تلامذہ و خدام اور عقیدت مندوں کو اس نئے ملک کے استحکام کے لئے کام کرنے کی ہر موقعہ پر تلقین کی اس کو مسلمانوں کی مقدس سرزمین فرمایا ۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۱ ، کالم ۵ ، جلد ۴۳)

اور اس کا عملی ثبوت ان ہزاروں علماء و صلحاء کے کردار و طرز عمل سے مل سکتا ہے جو سقوط ڈھاکہ سے قبل درۂ خیبر سے چٹاگانگ کی پہاڑیوں تک اور اب پشاور سے کراچی تک پھیلے ہوئے ہیں کہ ان کا جذبہ حب الوطنی ہر شک و شبہ سے بالا ہے ۔ آپ کی ذات اقدس سے متعلق آپ کے معاصرین نے جس قسم کی آراء کا اظہار کیا وہ آپ کی عظمت شان کا

واضح ثبوت ہے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ اسلامیان پاکستان کے عظیم دینی وسیاسی رہنما اور صاحب کشف وکرامت بزرگ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ کی رائے پیش کردی جائے۔ آپ فرماتے تھے کہ "خدا نے مجھے بار بار زیارت حرمین کی توفیق بخشی اور دنیا بھر کے اہل دل وصلاح سے ملنے، باطن پر نظر ڈالنے کا موقعہ بخشا لیکن حضرت مدنی میں جو جامعیت تھی اس کا مقام ہر کسی سے ارفع واعلیٰ تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ میں یہ عقیدت سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں"۔

جس مہمان عزیز کی خاطر آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اسے انہی شیخ الاسلام کے فرزند وجانشین ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ بات قطعاً بلا مبالغہ ہے اور مقام شکر بھی کہ وہ شجاعت وہمت سخاوت وبسالت میں "الولد سر لابیہ" کا حقیقی مصداق ہیں۔ انہوں نے آج کے ہندوستان میں ہمیشہ ہی اور بالخصوص مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن اور امام المؤرخین مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کے بعد جس جرأت، بے خوفی اور دلیری سے "مسلم کاز" کے لئے کام کیا وہ ان ہی کا حصہ ہے اور ہونا بھی یوں ہی چاہیئے کہ آخر ان کی نسبت برصغیر کے اس قافلہ سے ہے جو ہزار مخالفتوں کے باوجود اپنے خلوص سے آج بھی زندہ وتابندہ ہے اور اپنے مخالفین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ ؎

مرا نقش ہستی نہیں مٹنے والا ———— بتوں کے مٹائے یہ مٹتا نہیں ہے

مٹانے میں اسکے وہ مٹ جائینگے خود ———— کہ یہ نقش سجدہ ہے قشقہ نہیں ہے

اسلاف کرام کے بعد مہمان گرامی مرتبت نے مختلف علاقوں میں رونما ہونے والے فسادات میں بارہا عین حالت جنگ میں جس بے خوفی کا مظاہرہ کیا وہ مولانا ہی کا حصہ ہے۔ ایک موقعہ پر جہاں مسلمانوں کی لاشوں سے کنویں پاٹ دیئے گئے تھے عین اسی حالت میں تشریف لے گئے اور منع کرنے والوں سے یہ جملہ فرمایا کہ "اسعد کا سر ان مسلمانوں کے سر سے زیادہ قیمتی نہیں ہے"۔ اس پورے واقعہ کو برصغیر کے عظیم عربی شاعر مولانا عبدالمنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل قصیدہ میں نظم فرمایا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے حوصلے وہاں بلند ہوچکے ہیں اور وہ کسی کو یہ اجازت نہیں دیتے کہ کوئی انہیں تر نوالہ سمجھے، عیسائیت کی یلغار کا فتنہ آج بھی اس دھرتی پر موجود ہے لیکن ان حضرات کی پیہم کوششیں، ہزاروں شبینہ مکاتب جن میں حضرت مولانا سید محمد میاںؒ کا مرتبہ نصاب پڑھایا جارہا ہے اس فتنہ کے دفاع کا مؤثر ذریعہ ہیں مسلمانوں کے سیاسی واقتصادی مسائل کا حل اسلام کی روشنی میں کیپٹلزم، کمیونزم اور سوشلزم سے زیادہ نفع مند ثابت کیا اس موضوع پر نشر واشاعت اور عملاً بلا سودی کوآپریٹو بینک کھولے مسلمانان ہند کی فلاح وسلامتی مذہب کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہاں کے بارہ کروڑ مسلمان، ان کے مدارس اور ان کی مساجد آباد ہیں، اور وہاں کے مسلمان ہندو تہذیب وتمدن سے دور اپنی سابقہ روایات پر بدستور قائم ہیں۔ والحمد للہ۔

یہ فرض ہمارا تھا کہ ہم مملکت پاکستان کی قدر کرتے اسے مضبوط ومستحکم بناتے اور وہاں کے مسلمانوں کی خبرگیری کرتے مبلغ بھیجتے غریب مسلمانوں کی مدد کرتے، تعلیمی اداروں کے مصارف برداشت کرتے اور قائداعظم کی بات پوری کر دکھاتے انہوں نے ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء کو پیغام عید میں فرمایا تھا "ہمارے وہ بھائی جو ہندوستان میں اقلیت میں ہیں ہم نہ

ان کو فراموش کر سکتے ہیں نہ ان کی طرف سے لاپرواہ ہو سکتے ہیں، ہماری دلی ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں ان کی اعانت وبہتری کے لئے ہم بڑی سے بڑی کوشش کو بھی زیادہ نہیں سمجھیں گے کیوں کہ مجھے اس کا احساس ہے کہ اس برصغیر میں مسلم اقلیتی صوبے ہی تھے جنھوں نے ہمارے محبوب نصب العین پاکستان کے لئے سب سے پہلے پیش قدمی کی اور اس کے جھنڈے کو سربلند کیا۔" ("خطبات قائد اعظم" رئیس احمد جعفری۔ مقبول اکیڈمی لاہور ص۵۹۲، طبع دوم)

لیکن ہم نے اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کی، حتیٰ کہ نظام مصطفیٰ جیسے پاکیزہ نظام سے کنارہ کشی، اور تعلیمات اسلام جیسی بلند تعلیمات سے روگردانی اور غفلتوں کی سزا کے مستحق ہو کر مبتلائے رسوائی ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی بیرونی دنیا میں سلسلام کے پیغام رحمت کے لئے ان کے طویل اسفار اگلے دور کے ان مجاہدین وخادمان علم واسلام کی یاد دلاتے ہیں جن کی زندگیاں گھوڑوں اور اونٹوں کی پیٹھ پر گزر گئیں۔

ہماری خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں کہ برصغیر کے مجاہد علماء کا سچا جانشین اور ارباب عزیمت کے قافلہ کا سالار آج ہمارے اندر موجود ہے۔ ہم ممنون ہیں رابطہ عالم اسلامی کے جس کی کوشش سے کراچی میں ایشیائی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے صدقہ ہمارے عزیز مہمان سمیت دنیا بھر کے اہل علم وصلاح یہاں تشریف لائے اور ہم ممنون ہیں اپنی حکومت کے جس نے کراچی کے علاوہ دوسرے مقامات کی اجازت دے کر ہمیں مہمان گرامی سے مستفید ہونے کا موقعہ دیا۔ مہمان ذی وقار کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتے ہوئے آخر میں عرض کروں گا کہ ؎

بیا ساقی نوائے مرغزار از شاخسار آمد

بہار آمد، نگار آمد، نگار آمد، قرار آمد

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خطبۂ استقبالیہ کے جواب میں

حضرت مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند نے خطبۂ استقبالیہ کے جواب میں ایک پُرمغز تقریر کی جس کے مندرجات ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

الحمد للہ و کفٰی وسلام
علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:
بزرگو اور بھائیو! میں آپ حضرات کا اس کرم اور عنایت کے لیے جو آپ نے میری ذات کے ساتھ نہیں بلکہ جماعت اور اسلام کی حقیقی روح کے ساتھ اپنے ربط کی وجہ سے فرمایا ہے تہِ دل سے شکرگزار ہوں اور آپ کی محبت اور عنایت کا حقیقی شکریہ یا اس کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے یہ سب آپ کا حسن ظن ہے۔ جس کا آپ نے کچھ اظہار فرمایا ہے ورنہ میں تو اس شعر کا مصداق ہوں ؎

نہ شگوفہ ام نہ برگم نہ ثمر نہ سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقاں چہ کار کشت مارا

میرے محترم بزرگو! حقیقت میں ہندوستان میں اللہ نے ایسے نفوس قدسیہ کو پیدا کیا جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ہر دور میں ابھر امتحان کے وقت سربلند کرنے کے لیے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے۔ اور قربانیاں دیں۔ ہندوستان کے مغلوب ہو جانے کے وقت جبکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی دسائس کامیاب ہوئیں اور یہ اعلان کر سکی کہ خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا اور حکم کمپنی بہادر کا۔ تو سب سے پہلے مجاہد اعظم ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ انہوں نے یہ اعلان کیا کہ ملک "دارالحرب" ہو گیا۔ غیروں کے قبضہ میں چلا گیا اور مسلمانوں پر جہاد کرنا اور ملک کو آزاد کرانا ضروری اور فرض ہے۔ اور جیسا کہ آپ ابھی سن چکے ہیں جہادِ آزادی اس ملک کی سرزمین پر لڑی گئی۔ سب سے پہلا حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ اسمٰعیل شہید کے ہزاروں ساتھیوں نے لڑا۔ اور جام شہادت نوش کیا۔ اور دوسرا ۱۸۵۷ء کا جہاد آزادی ہے جس میں لگ بھگ بیس لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ اور تقریباً دو لاکھ مسلمان شہید کیے گئے۔ دوبارہ قبضہ ہو جانے کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی نے پورے ملک میں یہ اعلان کر دیا تھا، حکم جاری کر دیا تھا کہ جو کوئی عالم ملے پکڑو اور مار ڈالو، کسی جرم، ثبوت، صفائی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ محض عالم ہونا، اور نشانی اس کی یہ بتائی گئی تھی کہ جس کے چہرے پر داڑھی دیکھو یا لانبا کرتہ دیکھو پھر کسی اور چیز کی ضرورت نہیں پکڑو اور مار ڈالو۔ چنانچہ پچاس ہزار علماء کا دو ہفتے میں قتل عام ہوا اور شہید کیے گئے۔ تقریباً ساڑھے ستاون ہزار علماء شہید ہوئے اور سارے ملک میں گاؤں گاؤں گلی گلی ڈھونڈ ڈھونڈ کر علماء کا قتل عام ہوتا رہا ایسی حالت ملک میں پیدا ہو گئی تھی کہ دیہاتوں میں نماز جنازہ پڑھانے والے نہیں ملتے تھے۔ دلی جیسے شہر میں میراث کا مسئلہ بتانے والے نہیں ملتے تھے۔ اور کوئی دین کی

تعلیم بتانے والا مشکل سے کہیں
نظر آتا تھا۔ تب یہ اکابر امت
جنہوں نے ۱۸۵۷ء کے جہاد میں
بڑھ چڑھ کر جہاد کیا تھا اور جنگ
لڑی تھی اور انگریزوں کا قتل عام
کیا اور اسلحہ چھینا وغیرہ وغیرہ
اپنا نظام قائم کیا، اور قاضی
بنائے تھے، مفتی بنائے تھے، عہدے
تقسیم کئے تھے اور ذمہ داریاں
سنبھالی تھیں اور اللہ کے فضل
سے وہ بچ رہے تھے جب کہ
ہزاروں کا قتل عام ہوا۔ ان
کو کیسے بچا لیا گیا اور کیسے
اللہ نے ان کی حفاظت فرمائی
عجیب چیز ہے۔

بہر حال ان حضرات نے
ہندوستان میں دین کے احیاء
اور اسلام کے بقاء کے لیے
چھاؤنیاں قائم کیں، مدارس قائم
کئے۔ آزادی سے پہلے یا غلامی سے
پہلے ہندوستان میں نواب اور جاگیردار
ہوتے تھے وہ اپنے علاقوں کو
چلاتے تھے، مالیہ وصول کرتے
تھے، نظام قائم کرتے تھے۔ قاضی
رکھتے تھے۔ عدالتی نظام چلاتے
اور ان قاضیوں اور مفتیوں
کے ساتھ دین کی تعلیم کا بندوبست
تھا۔ مثلاً طلباء رکھتے تھے۔
جو وہ فوج کو رکھتے تھے وہاں
ان کے بھی تمام اخراجات برداشت
کرتے تھے اس طرح سارے ملک
میں نظام پھیلا ہوا تھا اور دین
کی تعلیم کا چرچا اور عموم تھا۔
انگریز نے ۱۸۵۷ء کے بعد
ان تمام نوابوں اور جاگیرداروں اور
ذمہ داروں کو سارے ملک میں
تہ تیغ کر دیا۔ ختم کر دیا۔ کوئی
سسٹم باقی نہ رہا اور ہزاروں
کی جگہ صرف چند وہ نواب اور
رئیس رہ گئے جنہوں نے ہندوستان
سے غداری کی تھی اور انگریزوں
سے وفاداری کی تھی۔ ان کے پاس
کچھ جائدادیں رہ گئیں باقی سب
بالکل ختم کر دی گئیں۔ تو ان کا
کوئی معمولی سا تعلق اور صلہ
اسلام سے نہیں تھا۔ صرف یہ کہ
وہ اپنے آپ کو کہتے تھے کہ
ہم مسلمان یا فلاں ہیں لیکن اسلامی
تہذیب، تمدن، تعلیم، عقیدے سے
ان کا کوئی تعلق نہ تھا ان کا
سارا قبلہ و کعبہ اور مرجع انگلستان
ہوتا تھا۔ تو پھر ان حضرات علماء
کرام نے مدارس قائم کئے اور نیا
تجربہ شروع کیا۔ کہ عام غریب
مسلمانوں سے پیسہ پیسہ چندہ مانگ
کر اور دین کی تعلیم کا انتظام کیا
جائے، علماء تیار کئے جائیں، اور
دین کی حفاظت کی جائے۔

اس طرح ان حضرات نے مدارس
قائم کئے اور یہ سلسلہ بڑھا اور اللہ
نے اس طرح قبول فرمایا کہ صرف
ایک سو کچھ سال کی مدت میں آج
ہم جہاں کھڑے ہیں۔

تو وہ مدارس، ان کا فیض اور
دین کی اقامت اور استقرار کی
جتنی تحریکیں اور صورتیں آج عالم
اسلام میں ممکن ہیں بالواسطہ یا
بلا واسطہ ننانوے فیصد انہی چند مدرسوں
کا طفیل ہیں۔ اور صرف ہندوستان
پاکستان نہیں آپ یورپ، افریقہ اور
دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں۔
آپ کو پتہ چلے گا کہ بالواسطہ اور
بلا واسطہ جس جس طرح جس جس
جگہ پر دین کا کام ہو رہا ہے
اس میں انہی مدارس کے فیض یافتگان کسی نہ
کسی صورت میں ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس طرح
ان کی مساعی کو، ان کے خلوص ان کی نیت
کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمایا
اور عموم عطا فرمایا۔ بہرحال وہ مدارس
قائم ہوئے اور ہندوستان کی آزادی کا
وہ مسئلہ جو صرف ہندوستان کی
آزادی پر منتج و منتہی نہیں تھا۔
بلکہ اس کا ایک فطری اثر سارے
عالم اسلام کی آزادی کا ہونا تھا۔

تو وہ تحریک حضرت شیخ الہندؒ
نے تیسرا جہاد مرتب کیا اور تیاری
کی اور اس کے لیے حضرت مولانا
عبید اللہ سندھی، مولانا انصاری رحمہما اللہ
کو ہندوستان سے باہر افغانستان بھیجا۔
کابل میں سب سے پہلی "آزاد ہند
حکومت" قائم ہوئی جس نے افغانستان
ترکی، روس، جرمنی سے تعلقات قائم
کئے اور آزاد قبائل کی بیعت میں
یہ طے کیا گیا تھا کہ یہاں فوجی
ٹریننگ دی جائے۔ دنیا بھر سے
ہتھیار منگوائے جائیں۔ اندرون ملک
بغاوت ہو اور باہر سے حملہ کر کے
ملک کو آزاد کرایا جائے۔ حضرت شیخ الہند
اسی کی تکمیل کے لیے ہندوستان سے
حجاز تشریف لے گئے۔ وہاں حضرتؒ
مدینہ منورہ میں تھے انہوں نے

مدینہ منورہ کے چالیس ہزار باشندوں کے ساتھ باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور ان کے ذریعے سے ترکی لیڈروں انور پاشا، جمال پاشا وغیرہ اور دوسرے ذمہ دار لیڈروں سے بات چیت اور معاملات طے ہوتے حج کے بعد جانا طے تھا۔ اسی دوران وہاں بغاوت ہوئی اور شریف حسین کا اقتدار قائم ہو گیا ترک حکومت ختم ہو گئی۔ خلافت کا وہاں سے گویا زوال ہو گیا۔ اور شریف حسین نے انگریز کے مطالبے پر ان حضرات کو گرفتار کر کے انگریزوں کے سپرد کر دیا۔ یہ قاہرہ کے قریب "جیزہ" میں ایک مہینہ تک تنہائی میں بند رہے۔ اور فوجی عدالت میں مقدمہ چلتا رہا لیکن کاغذی ثبوت نہ ہونے کی بناء پر آخرکار ان کو مالٹا میں نظربند کر دیا۔ جہاں اس وقت انگریزوں کے مخالف فوجی اور سیاسی سارے عالم کے بڑے بڑے رہنما نظربند تھے اور وہاں حضرت شیخ الہندؒ کو "ہندی شیخ" انہی کا دیا ہوا خطاب ہے۔ وہ جمع ہوتے اور کہتے:۔

"ہندی شیخ! ایک ہندوستان کی وجہ سے کروڑوں مسلمان پچاسوں ملک غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں اور سارا عالم اسلام جکڑا ہوا ہے۔ کسی طرح ہندوستان کو آزاد کرو تاکہ کروڑوں اللہ کے بندے آزاد ہوں، مسلمان آزاد ہوں، پچاسوں ملک آزاد ہوں۔

حضرت شیخ الہندؒ [illegible] قربانیاں اور تحریکات سب بناتے۔ غرض یہ ہے کہ ساڑھے چار سال کے بعد حضرت شیخ الہند واپس پہنچے اور بمبئی میں سارے ہندوستان کا قلب و جگر، لیڈر شپ منتخب سب کے سب استقبال کے لیے جمع تھے۔ پچاسوں ہزار کا مجمع تھا اس کے بعد تنہائی ہوئی، بیٹھے اور طے پایا کہ کس طریقے سے آج اب ہم کو کام کرنا ہے۔ تو نقشہ بنایا گیا اور آزادی کی تحریک کو انقلابی انداز سے ہٹا کر قانونی اور عدم تشدد کی لائن پر چلانے کا فیصلہ کیا گیا اور جمعیۃ علماء کی تحریک کو ضابطے اور قانون میں لا کر آگے بڑھانے کی صورت پیدا کی گئی۔

میرے محترم بزرگو! بہرحال ہندوستان کی آزادی کے لیے اس پلیٹ فارم سے بہت خون دیا گیا پچاسوں ہزار لوگوں نے جیلوں کو بھرا، قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں اور قربانیاں دیں، ملک آزاد ہوا تو ہندوستان میں جو مسلمان رہ گئے ان کا مسئلہ بہت ٹیڑھا تھا۔ جمعیۃ علماء ہند کے اکابر کی توجہ تمام تر ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی بقا اور ترقی کی طرف تھی۔ جمعیۃ علماء ہند کے اکابر نے سر سے کفن باندھا اور اس مایوسی کے عالم کو دور کرنے اور ہٹانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کو خدا پر بھروسے، اعتماد اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اور ہمت و جرأت کے ساتھ دین پر قائم رہنے کا مشورہ دیا اور یہ کہا خدا پر بھروسہ کرو۔ یہ حالات مصائب آئے ہیں۔ انشاء اللہ نہیں رہیں گے۔ وقت آتا ہے اور جاتا ہے، خدا کی زمین سب جگہ ہے۔ خدا کا ملک سب جگہ ہے، جو خدا یہاں ہے وہ اور جگہ بھی ہے جو اور جگہ ہے وہ یہاں بھی ہے۔ موت اگر یہاں ہے تو وہاں بھی ہے اس لیے خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے ڈٹ جاؤ۔ اور اس زمین کو جس کا چپہ چپہ خدا کے بندوں کے خون سے سرخ ہے اور جس کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں، اللہ کے نام سے خالی مت کرو، جم جاؤ اور خدا پر بھروسہ کرتے رہو۔

بہرحال اللہ کے بندے جمے اور حالات کو امن قائم کرنے اور مصائب دور کرنے کی کوششیں کیں، قربانیاں دیں حالات ذرا درست ہوئے تو دونوں ملکوں میں پراپرٹی ایکٹ لگا اور ہندوستان کے مسلمان جائدادوں اور کاروبار کی طرف سے خائف اور پریشان ہو گئے۔ جمعیۃ علماء نے اس مقابلہ میں اپنے آپ کو جھونکا، اپنی تمام شاخوں کو، اپنے ورکروں کو، اپنے دفاتر کو اور قانونی و سیاسی سطح پر اس کے حل کرنے کی کوشش کی اور کروڑوں اربوں روپے کی جائدادیں جو ظلماً چھن رہی تھیں

اللہ کے فضل و کرم سے واپس دلائیں
اسی طریقے سے ۱۹۴۸ء میں
جمعیۃ علماء نے مسلمانوں کو توجہ دلائی
کہ ملک آزاد ہو گیا یہاں کا نظامِ
حکومت غیر مذہبی ہے اور ہر مذہب
کو آزادی رہے گی تو نظام تعلیم
بھی ایسا ہی ہو جہاں اس قسم کا
سیکولر نظام تعلیم نافذ ہو وہاں سے
کوئی مذہبی تعلیم نہ ہوتے ہوئے بھی
الحاد کی چھاپ بچوں پر ضرور
پڑے گی۔ اس لیے اگر آئندہ نسلوں
کو مذہب رکھنا اور ضرور قائم
رکھنا ہے تو ہمارا یہ فرض ہے
کہ ہم آئندہ نسلوں تک دین پہنچانے
کے لیے مذہبی ابتدائی لازمی تعلیم کا
انتظام کریں اور جمعیۃ علماء نے اس
کے لیے ملک بھر میں COMPAIN
چلائی، تحریک چلائی اور کورس بنایا
حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ
اللہ علیہ نے۔ اساتذہ کی ٹریننگ
کا کورس بنایا۔ پھر اس کے لیے
بمبئی میں تمام ہندوستان کے تمام
فرقوں پر مشتمل دینی تعلیمی کنونشن
بلایا۔ اس میں مرکزی اور صوبائی
دینی تعلیمی بورڈ بنے اور اس تحریک
کو عام کیا گیا۔ آج اللہ کے فضل و
کرم سے ہندوستان کی کوئی جماعت
ایسی نہیں ہے جو دینی تعلیمی تحریک
سے متاثر اور اس کے لیے محرک نہ
ہو۔ لگ بھگ پچاس ہزار سے
زیادہ مکاتب اس تیس سال کے
عرصہ میں ہندوستان کے چپے چپے
میں قائم ہو چکے ہیں اور کم سے
کم چالیس پچاس لاکھ بچے دینی تعلیم
حاصل کر رہے ہیں۔ پورے ملک
کے اندر یہ نظام ہے، آسام میں
بھی ہے، بنگال میں بھی ہے، بہار
میں بھی ہے، یو پی میں بھی ہے۔
اور اسی طرح گجرات، مہاراشٹر،
مدھیہ پردیش اور راجستھان میں بھی
ہے اور اسی طریقے سے جنوبی ہند
کے اسٹیٹس میں بھی ہے اور اس
طرح مکاتب بڑھتے چلے جا رہے
ہیں، اللہ کا فضل و کرم ہے ایک
ایک مکتب ایسا ایسا گاؤں میں ہم
کو دیکھنے میں ملا ہے۔ کہ جس میں
گیارہ گیارہ استاذ سبق پڑھاتے ہیں
اور چھ چھ، سات سات سو بچے
پڑھنے کے لیے آتے ہیں۔ معمولی
پانچ سو تک، اور چالیس منٹ روزانہ
پڑھانے سے پانچ چھ سال کے اندر
عقیدے، عمل اور تاریخ کی معمولی ضروری
معلومات پر مشتمل اچھا خاصا کورس
سے بچہ فارغ ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم
اور دینی معلومات وغیرہ اس کو حاصل
ہو جاتی ہیں۔ اس طریقے سے یہ
پورے ملک میں ایک جال پھیل گیا
ہے۔ اور پھیلتا جا رہا ہے۔ اور یہ
سسٹم برابر چل رہا ہے۔

اس طرح اور بھی مسائل ہیں
میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔
ہزاروں مدرسے ایسے ہیں جو اللہ
کے فضل و کرم سے اس تیس سال
کے اندر ملک کے چپے چپے میں
کھلے ہیں۔ اور جہاں علماء تیار
ہوتے ہیں اور دین کے بتانے والے،
اس طریقہ سے جہاں جہاں بھی ہم
کو یہ معلوم ہوا کہ لوگوں میں
اسلام کی صحیح زندگی نہ پائے
جانے کی وجہ سے انہوں نے
اسلام قبول کیا تھا۔ وہ آئے لیکن
کچھ ان کو سیکھنے پڑھنے کا موقع
نہیں ملا تھا۔ ان کے نام وہی، ان
کی زندگی وہی، رسم و رواج وہی ا
شادیاں انہی خاندانوں میں، غیر مسلموں
میں اور ان سے خطرہ ہے کہ خدانخواستہ
وہ مرتد ہو جائیں۔ جمعیۃ علماء نے
وہاں تحریک شروع کی۔ مثلاً گجرات
میں "اصلاح المسلمین" کے نام سے
انجمن قائم کی ایسی برادریوں میں کام
کرنے کے لیے۔ آج تک وہ انجمن
صرف گجرات میں ایک سو پچیس کے
قریب مسجدیں دیہاتوں میں بنا چکی
ہے، مکاتب بنا چکی ہے۔ کئی ایک
ان برادریوں کے بچوں کو عالم بنا
چکی ہے۔ اور دینی تعلیم کا بندوبست
کر چکی ہے اور طرح طرح کے کام
ہو رہے ہیں۔ اسی طرح مشرقی پنجاب
میں آج اللہ کے فضل و کرم سے
دس لاکھ مسلمان ہیں۔ اور ان کی
سینکڑوں مسجدیں کھل چکی ہیں۔ کچھ
مکاتب بھی قائم ہیں اور اس طریقے
سے کام ہو رہا ہے۔ جمعیۃ علماء کا
مستقل شعبہ ہے۔ لوگ ہیں جو دیہاتوں
میں جاتے، کام کرتے اور ان میں دینی
زندگی لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

بہر حال اسی طریقے سے
جمعیۃ علماء ہند نے مسلمانوں کی تعمیر
اور ترقی کے لیے تعمیری پروگرام تجویز
کیا ہے اور اس میں سب سے زیادہ
اہمیت تعلیم کو ہے۔ تعلیم میں دینی
بھی ہے اور دنیاوی بھی۔ ایسے مکاتب

قائم کیے جائیں جہاں ضرورت ہو۔
اس طریقے سے اسکول قائم کیے جائیں
ٹیکنیکل اسکول قائم کیے جائیں۔ ہائی
سکول، کالجز اور ہر اونچی ٹیکنیکل
تعلیم کے لیے ایسے فنڈ قائم کیے
جائیں۔ جہاں سے پیسہ نہ ہونے کی
وجہ سے صلاحیت رکھنے والے، محنتی
سمجھدار، ترقی کرنے والے بچوں کو
محروم ہو۔ ایسا نہ ہو وہ آگے بڑھ
سکیں۔ اور جب اپیل کی مسلمانوں
سے کہ ایسا کرو تو جمعیۃ علماء ہند
نے اپنے فنڈ سے سب سے پہلے
اقدام کیا اور اس وقت بارہ ہزار
روپے کے سالانہ اسکالرشپ ٹیکنیکل
اسکول کے لیے جمعیۃ علماء ہند نوجوانوں
کو دے رہی ہے اور اس طرح
پورے ہندوستان کے مسلمانوں سے
اپیل کی ہے کہ وہ ٹیکنیکل ہائی ایجوکیشن
کے لیے اپنے دروازے کھولیں،
فنڈ قائم کریں اور نوجوانوں کی ہمت
افزائی کریں۔ اسی طرح وہاں انتظام
چلانے کے لیے جو آئی۔ ایس وغیرہ
کے امتحان ہیں اس کے واسطے طالبعلموں
کی ٹریننگ کے واسطے دلّی میں مرکز
قائم ہے اور جب پبلک سروس کمیشن
میں اعلان ہوتا ہے تو اس سے پہلے
چند ہفتے ان کو رکھ کے بڑے بڑے
تجربہ کار اونچے درجہ کے ریٹائرڈ
آئی۔سی۔ایس وغیرہ لوگوں سے ان
کو تربیت دلائی جاتی ہے۔ پھر ان
کو امتحانات میں شریک کرایا جاتا ہے
تاکہ سارے ملک کے لاکھوں افراد کے
مقابلے میں وہ شریک ہو کر کے
بازی لے کر کے کامیاب ہو سکیں۔

اور بحمداللہ اس کا اچھا اثر محسوس
رہا ہے، اچھے نتائج مرتب ہو
رہے ہیں۔ اس طرح تعلیم کے علاوہ
اور بھی بہت سی چیزیں ہیں۔
تعلیم کے علاوہ سماجی اصلاح ہے
مسلمانوں کے معاشرے اور سماج میں
جو کمزوریاں ہیں، بری عادتیں ہیں
رسمیں ہیں، فضول خرچیاں ہیں۔ اور
ایسی خرابیاں ہیں۔ ان کی اصلاح کی
کوشش کی جائے۔ محلہ وار، برادری وار
ان کے اندر ایسے اچھے ماحول کو
پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ جو
صحیح اسلامی ماحول ہو، صحیح دینی
زندگی ہو اور تمام برائیاں اسراف
فضول خرچیاں ان کے اندر سے دور
کی جائیں۔ اور ایسے اعمال جن کا
اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں
ہے ان کو دور کیا جائے۔ اسلامی
معاشرہ پیدا کرنے کی کوشش کی
جائے۔ اسی سلسلہ میں ہمارے ہاں
شرعی پنچایت ہے۔ مسلمانوں کے
ازدواجی معاملات ہیں۔ اور دوسرے
جھگڑے ہیں۔ ان کو مل بیٹھ کر آپس
میں ایسے علماء، قانون دان باثر لوگ
جمع ہوں اور ایسی پنچائتوں کے
ذریعے سے اپنے معاملات طے کریں
اور غیر شرعی طور پر پیسے کی بربادی،
وقت کی بربادی، دشمنیاں اور مصیبتیں
ان کو ہٹانے کی کوشش کی جائے۔
اس طرف نہ جائیں۔

اس طریقے سے تیسری چیز ہے
ہمارے ہاں اقتصادی اصلاح۔ اقتصادی
اصلاح اس میں بہت سے کام ہیں
اسلامیہ فنڈ کے نام سے ہم اپیل
کرتے ہیں کہ بھائی! مسلمانوں سے
پیسہ اکٹھا کرو اور اس میں سے
بیواؤں کی مدد کرو، یتیموں کی مدد
کرو، جن لڑکیوں کی شادی نہیں
ہو سکتی پیسہ نہ ہونے کی وجہ سے،
ان کی مدد کرو۔ اسی طریقے سے
جو صنعتی لوگ ہیں ان کے واسطے
کواپریٹو سوسائٹیاں قائم کرو۔ ہاؤسنگ
سوسائٹیاں قائم کرو۔ اس طریقے
سے کواپریٹو سوسائٹیاں قائم کر کے
ان کو رامیٹریل RAW METERIAL
اچھے سے اچھا کہاں
سے کس طرح مل سکتا ہے اور اس
کے راستے کی دشواریاں جو ہیں ان کو
دور کرو تاکہ وہ لٹے نہیں اور ان
کو سیدھے سیدھے اچھا مال مل جائے
پھر مارکیٹ کہاں ان کے لیے بہتر
ہے اور کہاں ان کی مصنوعات کی
کھپت ہو سکتی ہے اس کی معلومات
کے وہ لنک قائم کرو۔ اگر ایکسپورٹ
ہو سکتا ہے تو اس کا انتظام کرو
اور اس کو بڑھایا جائے اور صنعت
کاروں کو جو مسلمان ہیں ان کی مدد
کی جائے، ان کو ترقی کے راستے پر
ڈالا جائے۔ اس طریقے سے مسلمانوں
کی مدد کے لیے حضرت والد صاحب
رحمۃ اللہ علیہ نے رامپور ضلع میں
"ٹانڈہ بادلی" والوں کو مشورہ دیا
تھا۔ انہوں نے اسلامیہ فنڈ قائم کیا
مجھ کو اتفاق سے وہاں جانا ہوا۔
تو معلوم ہوا۔ پھر ہم نے اس کو
دیوبند میں شروع کیا، تجربہ کیا۔
اور اب سے سولہ سال پہلے نو سو
روپے سے وہ شروع ہوا۔ آج

اللہ کے فضل سے پینتالیس لاکھ روپے دیوبند میں مسلم فنڈ ہے اور تیس لاکھ روپے اس سے مسلمانوں کو غیر سودی ملا ہوا ہے اور اس کو دیکھ کر اس کے کامیاب تجربے سے فائدہ اٹھا کر بحمداللہ ملک کے اندر تقریباً سو جگہ اسی طرح کا مسلم فنڈ قائم ہو چکا ہے اور جس سے لاکھوں مسلمانوں کو بہت مدد اور سہارا مل رہا ہے آگے قدم بڑھانے کا اس کا سب سے بڑا بنیادی نفع وہ یہ ہے کہ لوگوں کو کچھ نہ کچھ بچانے پر آمادہ کیا جائے۔ جو تم کماتے ہو اس میں سے کچھ بچاؤ اور جو بچاؤ اس کو مسلم فنڈ میں جمع کر دو۔ اس میں سے کچھ لوگوں کو سونے چاندی کی ضمانت پر غیر سودی قرض دے دیا جائے اس سے ان کی ضرورتیں پوری ہوں۔

تو ایک طرف بچا کر اپنی ضرورتوں کے لیے اپنا سرمایہ محفوظ کر کے اپنے کام میں لے آؤ اور دوسری طرف اس سرمائے سے لوگوں کے کاروبار اور ضرورتوں کو غیر سودی قرض ملنے کی وجہ سے سہولت حاصل ہو۔ تو اللہ کا فضل ہے کہ یہ تجربہ کامیاب ہے اور انشاءاللہ اس مہینے کے اخیر میں دیوبند میں پورے ہندوستان کے مسلم فنڈز کے نمائندوں کی ایک دو روزہ کانفرنس ہونے والی ہے۔ اس کے تجربوں سے، مشکلات سے، دشواریوں سے تبادلہ خیال کر کے راہ نکالنے کے لیے اور اس کو اور ترقی دینے اور بڑھانے کے لیے اور اس طرح کے بہت سے کام ہیں۔ اقتصادیات ہیں۔ جن کے مشورے کیے جائیں گے اور چوتھا کام وہ اسلامی ماحول بنانے کے لیے ترجمۂ قرآن کریم، اسی طرح احادیث، صحیح تاریخ، فقہی معلومات، نماز، روزہ، حرام، حلال، وضو، طہارت وغیرہ وغیرہ ان سب کی معلومات کے حلقے ہیں — اور صحیح اسلامی تاریخ کیا ہے؟ اس کے لیے اور نبی کریمؐ کے اخلاقی پہلو کو مبارک زندگی کے مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلموں میں بھی مشترک مجمع کر کے ان کے سامنے بیان کرنا تاکہ اسلام سے بغض اور عناد جو انگریزوں نے پیدا کیا ہے غلط فہمیاں پیدا کی ہیں جھوٹی تاریخ پھیلائی ہے اس سے دھند اور سیاہی دور ہو اور اس سے فائدہ پہنچے۔

(دوران تقریر ایک شخص نے رقعہ دیا تو جواب میں فرمایا میں آپ کی فرمائشوں پر تقریر کرنے نہیں آیا حضور!) اس لیے یہ اس طریقے سے جمعیۃ علماء ہند اللہ کے فضل و کرم سے اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے گامزن ہے اور کام کر رہی ہے اور اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنے دین کے بارے میں اور دینی زندگی کے بارے میں دینی تمدن تہذیب اور معاشرے کے بارے میں ممتاز ہیں اور حساس ہیں اور کسی قیمت پر کوئی چیز اس کے خلاف ہرگز برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں اللہ کا فضل ہے یہ چیز جو پیدا ہوتی ہے حقیقت میں دین کی وجہ سے اگر دین کا علم ہی نہ ہو تو دینی احساس، دینی زندگی، دینی معاشرہ وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ تب ہی آ سکتا ہے جب دین کا پتہ ہو۔ اسلام کا پتہ ہو، شعور ہو۔ حرام حلال جانتے ہوں۔ اسلامی زندگی کسے کہتے ہیں اس کو خبر ہو۔ اس کے بغیر اسلام کا پایا جانا اور اسلامی زندگی کا مایہ فیشن تو ہو سکتا ہے حقیقت نہیں ہو سکتی۔

تو اس لیے ہم لوگوں کی توجہ مسلمانوں کی دینی تعلیم پر سب سے زیادہ ہے اور اس کے ذریعے سے جب علم آئے گا، دین آئے گا۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق محبت اور دینی زندگی حضورؐ کا اتباع آئے گا یہ فطری عمل ہے اور اس کے بغیر کوئی مشکل نہیں انہی منطقی دلیلوں کے ساتھ ہم دین کی طرف چل رہے ہیں اور مسلمانوں کو صحیح دینی زندگی کی طرف دعوت دیتے اور لانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے کامیابی بھی ہو رہی ہے۔

میرے محترم بزرگو! خوشی کی بات ہے کہ آپ کے ملک کے لوگوں کی توجہ اسلامی نظام کی طرف ہوئی ہے نظام مصطفیٰ کی طرف بڑی قربانیوں کے بعد۔ اور آپ کے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر جناب

جنرل ضیاء الحق صاحب اس بات کے لیے کوشاں ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں۔ خوشی کی بات ہے اللہ تعالیٰ ان کے عزائم اور عمل میں حقیقت اور برکت پیدا کرے اور کامیابی سے نوازے اور آپ کے ملک کا ماحول حقیقی معنیٰ میں ان کی مساعی کی وجہ سے دینی بن جائے۔

تو میں انہی الفاظ کے ساتھ آپ حضرات کی اس محبت اور کرم کا، عنایتوں کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھ جیسے ناکارہ آدمی کا، میرا تو حقیقت میں نہ کوئی مقام سمجھتا ہوں اور نہ حیثیت، کوئی بات نہیں ہے میں تو ایک بہت معمولی آدمی ہوں اور اگر کچھ ہوتا ہے تو صرف اللہ کا کرم ہے سے

میری طلب بھی اسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

تو اس میں میرا کوئی دخل نہیں ہے اور نہ خوبی ہے اور نہ میں کسی ستائش کا مستحق ہوں۔ بہرحال اللہ تعالیٰ آپ کے حسن ظن کو میرے لیے اور ہندوستانی مسلمانوں کے لیے اور آپ سب کے لیے باعثِ خیر و فلاح بنائے اور دونوں جہانوں کی بھلائی سے نوازے۔

حضرت اسعد مدنی کے ساتھ

ایک تاریخی مبارک رات

احمد ا عبدالرحمن صدیقی نوشہرہ کینٹ

مورخہ ۱۳ جولائی بروز جمعرات دوپہر بندہ عزیزم قاری ریاض احمد کو ساتھ لے کر سخاکوٹ روانہ ہو کر عصر کی نماز کے لیے وہاں پہنچا۔ مجاہدِ آزادی یادگارِ اسلاف حضرت مولانا محمد عزیر گل صاحب دامت برکاتہم اسیر مالٹا و تلمیذ و خادم خاص حضرت امام العرب والعجم شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی خدمت بابرکت میں پہنچنے کے لیے سخاکوٹ سے ڈیڑھ میل جانب شرق "میانگانوکلے" میں آج حاضری کا مقصد اور شوق اس لیے دامن گیر تھا کہ حضرت میاں صاحب موصوف مدظلہٗ کی خدمت میں شیخ الاسلام والمسلمین قطب الارشاد حضرت مولانا سید حسین احمد المدنی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند دلبند اور جانشین حضرت مولانا محمد اسعد المدنی دامت برکاتہم تشریف لانے والے ہیں۔ سخاکوٹ میں حضرت میاں صاحب مدظلہٗ کے فرزند ارجمند، صاحب اخلاق جمیلہ، محترم مولانا عبدالرؤف صاحب سے ملے۔ اور چند ساتھیوں کے ہمراہ گاؤں جانا مناسب سمجھا کہ بادل چھا رہے تھے۔ اور راستہ بھی کچا ہے۔ ہم روانہ ہوئے ہی تھے۔ چند منٹ بعد زوروں کی بارش شروع ہو گئی اور اسی میں نصف گھنٹہ چلتے رہے۔ کپڑے نہ صرف بھیگے بلکہ ہم بھی نہا نہا گئے رحمت روحانی سے پہلے یہ جسمانی غسل عجیب حظ دے رہا تھا۔

اور پھر یہ سعادتِ عظمیٰ بھی بحمدہ الکریم مقدر کی تھی کہ حضرۃ میاں صاحب مدظلہٗ کے گاؤں پہنچے تو وہاں کے احباب نے حضرت میاں صاحب مدظلہٗ کا مبارک لباس (جوڑا) عنایت فرمایا کہ اسے پہن لیں۔ تاکہ آپکے گیلے کپڑے سوکھ سکیں۔ اسے تو نچوڑ کر لٹکا دیا گیا۔ اور پہلی خوشی و فرصت کی یہ معراج نصیب ہوئی کہ اس سیہ کار اور گندہ وجود پر اللہ کے محبوب اور مقبول بندہ اور یادگارِ زمانہ۔ مجاہد باکمال کا لباس زیب تن ہوا۔ فالحمد للہ تعالیٰ۔

ادھر حضرۃ اقدس مولانا اسعد المدنی مدظلہٗ پشاور ہوائی اڈے پر طیارہ سے اترے جو ڈیرہ اسمٰعیلخاں سے تشریف لا رہے تھے۔ آپ مولانا محمد ایوب جان بنوری امیر جمعیۃ العلماء اسلام سرحد، مولانا عبدالقدوس سابق صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی، مولانا تقویم الحق صاحب پرنسپل کالج چارسدہ وغیرہ احباب کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ رات میں بارش کے علاوہ مردان کے قریب مولانا بنوری کی کار کو حادثہ پیش آیا۔ جس میں حضرت مولانا مدظلہٗ بھی

سوار تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ مہمان مکرم و دیگر حضرات بچ نکلے۔ چند معمولی چوٹیں ڈرائیور صاحب (جو مولانا بنوری کے صاحبزادہ تھے) آئیں۔ پھر سیالکوٹ سے ایک خاص جیپ کے ذریعہ اس گاؤں تک لائے گئے جبکہ ہم مایوس ہو گئے تھے۔ شب کے ساڑھے گیارہ بجے تھے کہ یہ مبارک ساعت آ پہنچی۔ حضرت مولانا اسعد مدنی کی نورانی صورت جلوہ گر ہوئی معانقہ کی سعادت ملی اور پھر بزرگوں کے واقعات اور دیگر حالاتِ سانحہ پر گویا کتاب کھل گئی۔ فجر کی نماز کے بعد مولانا اسعد مدنی؛ حضرت مولانا نافع گل رحمۃ اللہ علیہ (برادر اصغر حضرت میاں صاحب مدظلہ) کے مزار اقدس پر تشریف لے گئے اتنے میں حضرت میاں صاحب دامت برکاتہم اپنی بزرگانہ چال سے تشریف لاتے ہوئے نظر پڑے۔ سب خدام دوڑے۔ راستہ ہی میں معانقہ کا شرف ملا۔ ان کے صاحبزادہ صاحب ہمارا تعارف کروا رہے تھے۔ کہ حضرۃ میاں گل دادا صاحب مدظلہ آنکھوں کی بینائی سے محروم ہیں اس لیے تعارف ضروری ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں مولانا اسعد مدنی بھی واپس تشریف لے آئے۔ اور دونوں گلے کیا ملے کہ کائنات اپنی جگہ رکی ہوئی محسوس ہوئی۔ اللہ اکبر! ایک مجاہد کبیر کا جانشین دوسرے مجاہد کبیر سے بغلگیر تھا اور تاریخ اپنے ورق پر خوشی کے انمٹ نقوش درج کر رہی تھی۔ پھر حضرت کے بزرگانہ سوالات اور مولانا اسعد مدنی کے نیازمندانہ گزارشات ایک لمبی داستان ہے۔ جو زیادہ تر ذاتی دلچسپی کے تھے۔ درمیان میں بزرگوں کے واقعات بھی آتے رہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری مدظلہ کی لامع الدراری اور اس کے دونوں فاضل مقدمہ نگاراں حضرت مولانا بنوریؒ اور حضرت علامہ گل میاں مدظلہ کی تعریف و توصیف بھی ہوئی۔ جمعیۃ علماء ہند اور پھر جمعیۃ علماء اسلام کے کچھ حالات بھی سُنے۔

اس دوران مولانا اسعد مدنی مدظلہ اندر کمرہ میں تشریف لے گئے۔ بندہ نے موقع غنیمت جان کر حضرت الشیخ العارف المفسر لاہوری قدس سرہ کی سوانح مبارکہ کے سلسلہ میں سرپرستی و تعاون کی درخواست کی۔ ایک رجسٹری خط بھی خدمت میں دیوبند بھجوانے کا عرض کیا۔ جس پر انھوں نے فرمایا کہ خط آیا تھا۔ ایک مضمون بھی لکھا تھا شاید لاہور کے "خدام الدین" کے پتہ پر بھیج دیا ہے" اور فرمایا کہ حضرت لاہوری تو ہمارے بڑے بزرگوں میں سے تھے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ تقسیم سے قبل میں دارالعلوم کا طالب علم تھا۔ بعد میں ملاقات و صحبت کا موقع ہی نہ رہا۔ البتہ ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ میں نے حضرت مدنیؒ کے کاغذات میں حضرت لاہوریؒ کے خطوط اور دیگر کاغذات کے بارہ میں استفسار کیا تو فرمایا۔ کہ بھائی حضرت کی ساری زندگی مجاہدانہ تھی۔ درس و تدریس، سفر اسفار اور دن رات کی انتھک محنت اور کام۔ اس میں کاغذات کہاں سنبھالنے کا موقع تھا اور پھر ان کو ادھر کی توجہ و خواہش بھی نہ تھی۔ ایک تاریخ تھی جو اللہ ہی کے پاس محفوظ ہے۔

پھر الوداعی ملاقات بزرگوں میں ہوئی اور حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ سے ملنے کے لیے دارالعلوم حقانیہ سے ہوتے ہوئے پشاور پہونچ کر مسجد قاسم علیخاں میں ان کی اقتداء میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ پرانے احباب نے کہا یہ بالکل حضرت الشیخ مدنیؒ کے مبارک طرز پر نماز پڑھائی۔ دعا کے بعد اجازت مانگی اور اس طرح خیر و برکت کے یہ چند گھنٹے گزر گئے۔ رب کریم ان سب اکابر و بزرگوں کو ہمیشہ بعافیت تام قائم و دائم رکھے۔ اور ہم خدام کو ان کے فیوضات سے مستفید فرمائے۔ آمین ؁



حضرت سیّد محمد اسعد والا تبار
افتخار ملک و مِلّت حریّت کے شاہکار

محفلِ علم و عمل کی شمع نورانی ہے تُو
پیکرِ انسانیّت کا نور پیشانی ہے تو

دانش و حکمت تری تحریر میں تقریر میں
دور حاضر کی سیاست ناخنِ تدبیر میں

"کُل مومن اخوۃ" کے راز سے واقف ہے تو
ہے زباں پر بھی تمہاری مژدۂ لاتقنطوا

ہیں سلف کے کارنامے اسطرح پیشِ نظر
تیری حق گوئی کا چرچا ہے زبان دار پر

اے سراپائے محبّت دشمن بغض و عناد
تیرا مذہب ربط باہم تیرا مسلک اتحاد

پاسبان ملک و ملّت آدمیّت کے نقیب
تو نے جب آواز دی ہے جاگ اٹھے ہیں نصیب

پھر ذرا اُٹھ کر اذان دیدے بلالی شان سے
روشنی مل جاتے ہم کو بھی ترے ایمان سے

آدمیّت پھر ہے محو خواب پھر آواز دے
پھر محبّت ہو گئی نایاب پھر آواز دے

پھر نئے ساغر میں تہذیب کہن کو ڈھال دے
پھر وہی درس وفا و عزم و استقلال دے

دام فرقہ واریت پھیلا ہوا ہے چار سو
سرد ہے سینوں میں اب بھی آدمیّت کا لہو

منتشر قوموں کو دیدے پھر سے جام اتحاد
پھر ملا دے دیدہ و دل کو بنام اتحاد

جوڑ دے ٹوٹے ہوئے دل پھوڑ دے جام سبو
نظم میخانہ بدل دے صدرِ اعلیٰ ہے تو

پھر سے کر دے رشتۂ قوم وطن کو استوار
متحد ہو کر چمن بندی کریں پھولوں سے خار

ڈوبتی کشتی کو پھر سے کر دے ساحل آشنا
آج اس طوفاں میں مِلّت کا تو ہے ناخُدا

زندہ باد اے آبروئے ملک و مِلّت زندہ باد
زندہ باد اے ساقیٔ بزم محبّت زندہ باد

حسینی کارواں کا میرِ کارواں

بقیہ ص ۱ سے آگے

لے کر پہنچ چکے تھے۔ چکوال لے جانے کے لیے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنی رح کے برادرِ نسبتی حاجی شبیر احمد صاحب بھی اپنی کار لے کر موجود تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد ان سب حضرات کو آپ نے اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر دی اور چائے پینے کے بعد آپ اپنی روایتی تیزی کے ساتھ سیڑھیاں اتر گئے مولانا غلام اللہ خاں صاحب اور دیگر مداحوں سے مصافحہ فرمایا اور حاجی شبیر احمد صاحب کی کار میں سوار ہوگئے۔ دونوں گاڑیاں چکوال جانے والے پہاڑی راستے پر رواں دواں تھیں۔ نو بجے یہ قافلہ چکوال پہنچا۔ قاضی مظہر حسین صاحب امیر تحریک خدام اہل سنت نے اپنے سینکڑوں مریدین اور متوسلین کی رفاقت میں شہر سے باہر آپ کا استقبال کیا تحریک خدام اہل سنت کے کارکنوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ فضا استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھی — استقبالیہ نعروں میں "حق چار یار" کا نعرہ نمایاں اور امتیازی تھا۔ آپ اور آپ کے رفقائے سفر نے پہلے ناشتہ کیا۔ اس کے بعد آپ ساتھیوں کے پاس بیٹھے۔ تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو چکا تھا۔ کھانے سے فارغ ہوکر آپ نے قیلولہ فرمایا۔ ظہر کے وقت آپ بیدار ہوئے غسل کیا اور نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ نماز ظہر ادا کر چکے تو وعظ و نصیحت کی مجلس قائم ہوئی۔ قاضی صاحب نے آپ کے متعلق مختصر طور پر خطبہ استقبالیہ دیا۔ اس کے بعد آپ نے "ما بعد الطبیعات" (فکرِ آخرت) کے موضوع پر قریباً بیس منٹ مؤثر خطاب فرمایا اور ٹھیک اڑھائی بجے آپ مدرسہ سے باہر تشریف لائے اجتماعی دعا فرمائی۔ اور حاجی شبیر احمد صاحب کی کار میں سوار ہو گئے۔

اس سفر میں حضرت کا ایک خاص وصف دیکھنے میں آیا کہ آپ ساتھیوں کے آرام کا انتہائی خیال رکھتے۔ چکوال پہنچتے ہی آپ نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ "یہ ساتھی ساری رات سفر کر کے لاہور سے صبح راولپنڈی پہنچے۔ آپ ان کے کھانے کا سب سے پہلے بندوبست کیجئے"۔

جب آپ چکوال سے روانہ ہوئے تو چکوال سے سات آٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر "سرکار" نام کے ایک دیہات میں تحریک خدام اہل سنت کے کارکن ٹینٹ لگائے شدید دھوپ میں استقبال کے لیے کھڑے تھے۔

دودھ اور شربت کا بھی انہوں نے انتظام کر رکھا تھا۔ وقت قلیل تھا اور سفر طویل۔ کار میں بیٹھے ہی آپ نے ایک گھونٹ پیا، باقی واپس کر دیا۔ اور دعا فرمائی۔ راستے میں سہگل آباد (کھوتیاں) میں بھی آپ نے دعا فرمائی۔ قاضی مختار الحسینی جو حکیم بھی ہیں ان کے مطب میں آپ نے دعا کی۔

آپ کے ساتھ کار میں قاضی مظہر حسین صاحب اور قاضی عبداللطیف صاحب سوار تھے۔ جب آپ دینہ پہنچے تو استقبال کے لیے پندرہ موٹریں اور لوگوں کی کثیر تعداد جمع تھی۔ کاروں کے جلوس میں آپ کو شہر لایا گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ایک جیالے کارکن کے مکان کی وسیع چھت پر اجتماع ہوا۔ سب سے آپ نے مصافحہ فرمایا۔ دینہ کے ساتھیوں نے ٹھنڈے مشروبات کا انتظام کیا ہوا تھا۔ لیکن وقت کم تھا۔ اس لیے آپ زیادہ دیر وہاں نہ ٹھہر سکے۔ دینہ سے برائے جہلم روانگی ہوئی۔ "کالا" کے مقام پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے رہنماؤں اور کثیر تعداد میں کارکنوں نے آپ کا استقبال کیا جن میں بابو عبدالخالق صاحب، جناب انور پاشا، مولانا محمد شفیع، حاجی عبدالحمید اور حافظ عبدالمجید وغیرہ نمایاں تھے۔ یہاں پر بھی پندرہ سولہ کاریں استقبال کے لیے موجود تھیں۔ کاروں سے آگے دو موٹر سائیکل سوار تھے۔ آپ جہلم پہنچ کر سیدھے تو تعمیر مدرسہ تعلیم الاسلام تشریف لے گئے۔ آپ کی آمد کی خبر سن کر فوری طور پر چار پانچ سو افراد جمع ہو گئے۔ آپ نے سب کے لیے دعا فرمائی۔ قاضی عبداللطیف صاحب نے گزارش کی کہ "حضرت! دفتر چل کر چائے پی لیں۔" فرمایا۔ چائے جلدی لے آؤ۔ لیکن چائے تیار نہ تھی۔ آپ کی طبیعت میں کچھ تلخی آ گئی۔ فرمایا۔ "بھائی! وقت کم ہے اگر چائے پلانی ہے تو جلدی پلاؤ۔ لیکن انتظار کے باوجود جب چائے لائی گئی تو وہ بھی ٹھنڈی تھی۔ آپ چائے پیئے بغیر بابو عبدالخالق صاحب کے اصرار پر ان کے ہوٹل میں تشریف لے گئے۔ وہاں کثیر تعداد میں، جمعیۃ کے کارکن جمع تھے۔ آپ نے سب سے مصافحہ کیا اور دعا فرمائی۔

جہلم سے فارغ ہو کر گکھڑ پہنچے۔ حضرت مدنیؒ کے نامور شاگرد اور محقق عصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ اور مولانا زاہد الراشدی مرکزی ناظم جمعیۃ علماء اسلام ستر افراد سمیت استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ نے حضرت شیخ الحدیث سے معانقہ فرمایا اور دوسرے افراد سے مصافحہ کیا۔ دعا فرمائی اور گکھڑ سے سیدھے گوجرانوالہ زینت ٹیکسٹائل ملز جو حافظ بشیر احمد صاحب کی ملکیت ہے تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب، شیخ الحدیث مولانا قاضی شمس الدین صاحب، قاری محمد یوسف عثمانی صاحب، حافظ بشیر احمد صاحب، مفتی عبدالواحد صاحب، حاجی ابراہیم خان (المعروف حاجی کالے خاں) اور حاجی عبدالمتین صاحب کے علاوہ بہت بڑی تعداد میں جمعیۃ کے کارکن آپ کے لیے چشم براہ تھے۔ زینت ٹیکسٹائل ملز میں آپ نے نماز مغرب پڑھائی۔ نماز کے بعد دفتر میں بیٹھ کر چائے پی۔ پندرہ منٹ بعد آپ اٹھے اور باہر آ کر دعا فرمائی۔ یہاں سے حاجی شبیر احمد برادر نسبتی قاضی مظہر حسین صاحب کو فارغ کر دیا اور صاحبزادہ اجمل قادری کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ زینت ٹیکسٹائل ملز سے نکلتے ہی آپ نے حکم دیا کہ قلعہ دیدار سنگھ چلو۔ قلعہ دیدار سنگھ کے پروگرام کا کسی کو علم نہ تھا، اور سب متعجب تھے۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں ایک درزی ہے جو نابینا ہے —— غیر معروف انسان ہے۔ حضرت والد صاحبؒ سے اس کا تعلق تھا وہ بیمار ہے اس کی عیادت کرنی ہے۔ بڑی مشکل اور تلاش بسیار کے بعد اس کا مکان ملا۔ مکان میں وہ نابینا درزی، اس کی اہلیہ اور نواسا تھا۔ آپ نے تعارف کرایا کہ "اسعد ہندوستان سے"۔ اس بوڑھے کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے یوں محسوس ہو

رہا تھا۔ گویا اس وقت وہ اپنے آپ کو روئے زمین کا سب سے خوش بخت انسان سمجھ رہا ہے اور یہ حقیقت بھی تھی۔ آج لاکھوں میں ایسا پیر یا سیاسی رہنما ڈھونڈنے کے بعد ملے گا جو اپنے کسی غریب مرید یا لاچار اور بیمار کارکن کے پاس اس کی دلجوئی کے لیے گیا ہو۔

قلعہ دیدار سنگھ میں کسی اور شخص سے ملاقات کئے بغیر آپ سیدھے لاہور پہنچے اور ٹھیک دس بج کر پانچ منٹ پر گاڑی جامعہ مدنیہ کریم پارک کے گیٹ میں داخل ہوئی۔ شیخ الحدیث مولانا سید حامد میاں صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ جامعہ کے اساتذہ و طلباء، جمعیۃ کے کارکنان اور مولانا سید حامد میاں صاحب اور مولانا عبیداللہ انور صاحب کے متعلقین کی کثیر تعداد نے آپ کا استقبال کیا۔ حضرت درخواستی مدظلہ کے سمدھی اور ان کے داماد مولانا عبدالسمیع صاحب ہر دو حضرات بھی استقبال کرنے والوں میں شامل تھے۔ تھوڑی دیر آپ دار الحدیث میں بیٹھے۔ بعد میں سب حضرات نے کھانا کھایا۔ آپ نے کھانے سے فراغت کے بعد ایک بچے کو قرآن کریم کی ابتدا کروائی اور بسم اللہ پڑھائی۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو صاحبزادہ اجمل قادری نے اگلے روز دوپہر کے کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول فرما لیا۔ ان دنوں آپ کو کمر میں شدید درد ہوتا ہے اس

مولانا سید حامد میاں صاحب نے آپ کے آرام کے لیے ایک تخت پوش کا خصوصی انتظام کیا۔ تکلیف کے باوجود آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اگلے روز پیر کو آپ نے صبح ۸ بجے جامعہ قاسمیہ (حاجی پورہ میں مولانا شاہ محمد صاحب اور جمعیۃ کے کارکنوں کی جانب سے دئے گئے استقبالیہ میں شرکت کی۔ مولانا محمد اسحٰق صاحب نے آپ کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ سپاسنامہ کے جواب میں آپ نے مختصر طور پر چند باتیں ارشاد فرمائیں اور دعا کی۔

دوپہر کے کھانے کا جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدفیوضہ نے مدرسہ قاسم العلوم میں انتظام کیا تھا۔ کھانے میں اندازاً ساٹھ افراد شریک ہوئے۔ کھانا کھا کر جامعہ مدنیہ تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر ادا کرنے کے بعد قیلولہ فرمایا۔ پونے پانچ بجے آپ بیدار ہوئے۔ غسل کیا، کپڑے بدلے اور باغ جناح میں انجمن اسلامیان لاہور کی جانب سے دیے گئے استقبالیہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ مولانا عبیداللہ انور امیر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب، جناب عبدالحمید بٹ صدر اسلامیان لاہور، خواجہ محمد نسیم صاحب سیکرٹری جنرل انجمن اسلامیان لاہور، مولانا سعید الرحمٰن صاحب علوی ایڈیٹر خدام الدین لاہور، جناب میاں محمد عارف صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان اور دوسرے معززین شہر اور علماء کرام نے آپ کا استقبال کیا

استقبالیہ سے فارغ ہوکر آپ واپس جامعہ مدنیہ تشریف لے گئے اور رات جامعہ مدنیہ میں ہی بسر کی۔ دوسرے دن منگل کو چار بجے مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ گیٹ میں دورۂ تفسیر کا افتتاح فرمایا آپ کے خطاب سے قبل شیخ التفسیر حضرت لاہوری رح کے خلیفہ مجاز اور صاحب تصانیف کثیرہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب نے حضرت شیخ التفسیر قدس سرہ کے دورہ تفسیر کی خصوصیات پر روشنی ڈالی۔ اور سید اسعد مدنی نے بیس منٹ تفسیر اور اصول تفسیر کے موضوع پر علمی خطاب فرمایا۔

عصر کی نماز شیرانوالہ مسجد میں ہی ادا کی اور نماز سے فراغت پا کر برصغیر کے نامور صحافی، ادیب اور شاعر جناب شورش کاشمیری مرحوم کے گھر ان کے صاحبزادگان سے تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ نماز مغرب جامعہ مدنیہ میں پڑھائی۔ نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔

عشاء کی نماز جامعہ مدنیہ میں ادا کرنے کے بعد میاں محمد صادق صاحب کی گاڑی میں بیٹھ کر جمعیۃ طلباء اسلام کی جانب سے دئے گئے عشائیہ میں شرکت کے لیے دفتر جمعیۃ طلباء اسلام (صوبہ پنجاب) تشریف لے گئے۔ جہاں دینی مدارس، کالجز اور یونیورسٹیوں کے طلباء کثیر تعداد میں جمع تھے۔ حضرت لاہوری رح کے پوتے اور حافظ حمید اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے حافظ سعید اللہ کی تلاوت سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض طلبہ کی امنگوں کے ترجمان جناب

ندیم اقبال اعوان صاحب انجام دے رہے تھے۔ حافظ سعید اللہ کی تلاوت کے بعد ندیم صاحب نے حافظ انیس شاہ صاحب کا نام تلاوت کے لیے پکارا۔ ان کی پرسوز تلاوت کے بعد ندیم اقبال اعوان صاحب نے جمعیۃ طلباء اسلام کا مختصر تعارف کرایا۔ اور جمعیۃ کے انقلابی شاعر اور طلباء کے دلوں کی دھڑکن جناب سید سلمان گیلانی کا نام نظم کے لیے پیش کیا۔ نظم کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی خازن صاحبزادہ اجمل قادری نے جمعیۃ کے قیام اور پس منظر پر مختصر روشنی ڈالی۔ ان کے بعد قائد طلباء اور نوجوان عزائم کے پیکر جناب میاں محمد عارف نے سپاسنامہ پیش کیا۔ اور آخر میں آپ نے پچیس منٹ خطاب فرمایا۔ آپ کے خطاب کے بعد سب حضرات نے کھانا کھایا اور آپ شیرانوالہ سے واپس جامعہ مدنیہ تشریف لے گئے۔ بدھ کے روز صبح سویرے سویرے مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی سے ملاقات کے لیے تشریف لیگئے وہاں سے فارغ ہو کر حاجی دین محمد صاحب مرحوم کے گھر ناشتہ کے لیے گئے ناشتہ سے فارغ ہو کر جامعہ مدنیہ تشریف لائے۔ اپنا سامان پیک کیا ڈھائی بجے جامعہ مدنیہ سے نکل کر میاں محمد صادق صاحب کے کارخانہ پہنچے، وہاں نماز ظہر ادا کی اور سیدھے واہگہ باڈر تشریف لے گئے۔ ٹھیک تین بجے آپ واہگہ باڈر پار کر گئے اور اہالیان پاکستان کے لیے اپنے اس مختصر سفر کی حسین یادیں چھوڑ گئے۔ جن کی مہک سے عرصۂ دراز تک پاکستان کی فضا معطر رہے گی۔

واہگہ بارڈر پر صوفی محمد یونس صاحب راولپنڈی، میاں محمد اجمل، میاں محمد اکمل قادری، حافظ عزیز الرحمن خورشید بھیرہ، میاں محمد صادق، مولانا ابو المظفر ظفر احمد، رشید میاں اور محمود میاں صاحبزادگان مولانا سید حامد میاں، مولانا شیر محمد ناظم جامعہ مدنیہ، رہنمایان جمعیۃ طلباء اسلام میاں محمد عارف، ندیم اقبال اور ڈاکٹر منظور جاوید، ملک عبدالرؤف اور مدیر خدام الدین وغیرہ نے آپ کو الوداع کہا۔

سید محمد اسعد مدنی

میری نظر میں

عزیز الحسن صدیقی ناظم نشر و اشاعت جمعیت علماء ہند نے تحریر کیا۔

ایک تاثر

گردش لیل و نہار جاری ہے، سورج معمول کے مطابق روز نکلتا ہے اور ڈوب جاتا ہے، کل جو تاریخ تھی وہ آج نہیں ہے اور آج کی شام جب سورج غروب ہو گا تو دوسری صبح کا پیغام لے کر آسمان پر نمودار ہو گا۔ دن مقررہ نصاب پورا کر کے مہینہ بنا رہے ہیں اور مہینہ گذر کر سال کی تبدیلی کا پتہ دے رہے ہیں۔ ازل سے یہی سلسلہ قائم ہے ——— ۵۳ء میں مولانا اسعد مدنی کو اس قدر دیکھا تھا۔ جب ان کے والد محترم حیات تھے۔ باپ کا سایہ سر پر تھا۔ ان کی ذاتی کوئی رائے تھی نہ کوئی مخصوص نظریہ، مدرسہ تھا یا خانقاہ جہاں انھیں پڑھنے پڑھانے میں یا مہمانوں کی خدمت میں مصروف دیکھا جا سکتا تھا۔ والد کا انتقال ہوا تو ساری ذمہ داریاں ایک ساتھ سر پہ آ گئیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد انھوں نے متوسلین کے پاس ایک مراسلہ بھیجا تھا جس کو دیکھنے کے بعد میں نے محسوس کیا تھا کہ قدرت نے انھیں بے پناہ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے اور مستقبل میں ان کی ذات سے ملت کو بیش بہا فائدے پہونچ سکتے ہیں۔ کل تک وہ صرف ایک بڑے باپ کے بیٹے تھے اور آج اپنی ایک علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں۔ جمعیۃ علماء ہند کے صدر بنائے جا چکے ہیں، میٹنگوں اور جلسوں میں

اُن کا نام آنے لگا ہے، اخبارات میں اُن کے بیانات اور اپیلیں بھی چھپ رہی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات سے علیحدگی اختیار کر کے پورے طور پر ملت کی تنظیم میں منہمک نظر آ رہے ہیں۔

یہ ۶۰ء کی بات ہے۔ صوبائی جمعیۃ کی ایک میٹنگ میں جو لکھنؤ میں ہوئی یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جمعیۃ کے رہ نما مختلف مقامات کا تنظیمی دورہ کریں اور دینی تعلیمی بورڈ کا نظام وسیع کرنے کے لیے اضلاع میں اجتماعات کیے جاویں۔

اس پروگرام میں غازی پور کا نام بھی شامل کیا گیا۔ تاریخ طے پا گئی اور مولانا محمد قاسم شاہ جہاں پوری کی تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ پروگرام کی ترتیب کے وقت لکھنؤ میں میرے والد بھی موجود تھے، ان کی غازی پور واپسی کے چند ہی دنوں کے بعد جلسہ کی تاریخ قریب آ گئی غازی پور کا چھوٹا سا اسٹیشن ہے، شام کی گاڑی میں مولانا محمد قاسم صاحب کو آنا ہے، رفقاء جماعت جو ٹرین کے انتظار میں سٹی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر جمع ہیں، اُن میں یہ خادم بھی ہے۔ چند ہی لمحوں کے بعد ٹرین پلیٹ فارم پر آ گئی۔ مولانا محمد قاسمؒ کو تو بارہا دیکھا تھا، مگر میری نگاہ کسی اور ہی کو تلاش کر رہی تھی، والدِ مرحوم نے لکھنؤ سے آ کر بتایا تھا کہ ممکن ہے مولانا اسعد مدنی بھی ہمراہ ہوں۔ اُن کا آنا یقینی نہیں تھا، مگر خدا جانے

کیوں میرے دل میں ان کی دید کا اشتیاق جاگ اٹھا تھا اور نگاہ ان ہی کے چہرہ کو تلاش کر رہی تھی۔ انجن دندناتا ہوا سامنے سے نکل گیا۔ پھر ڈبے ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے سے گزرنے لگے، مگر ابھی تک مولانا محمد قاسم نظر نہیں آتے۔ آج ہی شب میں ٹاؤن ہال میں جلسہ ہے ہمارا اضطراب بڑھتا جا رہا ہے۔ اچانک ایک ڈبہ کے دروازہ پر سفید کرتہ میں ملبوس قدرے بھاری جسم کے ایک نوجوان کو کھڑے دیکھا۔ یہ تھے مولانا اسعد مدنی جو آج کے جلسہ کو کامیاب بنانے کے لیے تنہا غازی پور کے لیے چل پڑے تھے، حالانکہ ان کی آمد کا پروگرام ضمنی تھا۔ اگر نہ آتے تو شکایت کا موقع نہ تھا۔ ٹرین سے اترتے ہی سب سے مصافحہ کیا اور رکشہ پر سوار ہوتے۔ رکشا غازی پور کی تنگ سڑکوں سے ہوتا ہوا مدرسہ دینیہ کی گلی تک آ پہنچا۔ رکشہ سے اترتے ہوئے بٹوہ سے پیسے نکال کر خود ہی رکشہ کا کرایہ ادا کیا۔ بس ان کی اس ادا نے میرا دل جیت لیا۔ رات میں جلسہ عام میں دینی تعلیم کی اہمیت پر ان کی تقریر ہوئی جو بہت پسند کی گئی۔ ایک نوجوان ہندو وکیل نے کہا کہ دینی تعلیم اگر ایسی ہی چیز ہے تو حکومت کا فرض ہے مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا خود انتظام کرے۔

یہ تھی میری دوسری ملاقات جس نے عقیدت و احترام کا پاکیزہ احساس میرے دل و دماغ کے ایک ایک گوشہ میں بھر دیا۔ میں ان کی اچانک اور غیر متوقع آمد اور ریل گاڑی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مسکرانے کا منظر جب یاد کرتا ہوں تو لگتا ہے جیسے وہ آج بھی میرے سامنے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں ؎

جو راہ اہلِ خرد کے لیے ہے لامحدود
جنونِ عشق میں وہ چند گام ہوتی ہے

کشتیٔ ملت کا ناخدا:

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کا دن یقیناً ایک مکمل انقلاب کا دن تھا، اور اس دن اگر ہندوستانی عوام نے سوچا کہ اب ان کے دیش میں سکھ چین عام ہو گا اور ان کو دوسرے اور تیسرے انقلاب کا منہ نہیں دیکھنا ہو گا تو انھوں نے کوئی غلط بات نہیں سوچی۔ بیچارے سادہ لوح عوام کیا جانتے تھے کہ ابھی ہندوستان کو مزید کچھ دنوں تک آزمائش کی بھٹیوں میں تپنا باقی ہے۔

ماہ و سال کی گردش جاری ہے اور انقلابات ہر روز ہندوستان کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ ملک کا مستقبل فرقہ پرست تنظیموں کے ہاتھوں تاریک ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے مسائل روز بروز الجھتے جا رہے ہیں۔ مسلم جماعتیں اپنے اپنے طریقہ کے مطابق ۱۹۴۷ء سے لگاتار مسلمانوں کی مشکلات اور مسائل حل کرنے کے لیے کوششیں کر رہی ہیں مگر حالات ہیں کہ سدھرنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ پیچیدہ امراض کے علاج میں معالجین کو جو زحمتیں پیش آتی ہیں اور امید و بیم کی جو کیفیات سامنے آتی ہیں بعینہ وہی حالات مسلم رہنماؤں کے سامنے ہیں۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلم زعماء ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں۔ مفتیٔ اعظمؒ کا انتقال ہوا، شیخ الاسلامؒ اپنے رب سے جا ملے، امام الہندؒ ہم سے روٹھے، سحبان الہندؒ نے ہمیں تنہا چھوڑا:

ایک غم ہو تو اس کا ذکر کیا جائے۔ ایک مصیبت ہو تو بیان کی جائے۔ جب پورا جسم زخموں سے بھرا ہو تو پھایہ کہاں کہاں اور کیسے رکھا جائے۔ ۱۹۴۷ء کے پُر آشوب زمانہ میں جن بزرگوں نے مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم جمائے تھے، اور پامردی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنے اور مستقبل کو سنوارنے کی راہ بتائی تھی وہ سب یکے بعد دیگرے اللہ کو پیارے ہو چکے، انگریز کے خلاف اس ملک میں جو جنگ لڑی گئی اور تقسیم ملک پر جس کا اختتام ہوا اس کی بچی کھچی فوج کا ایک بوڑھا سپاہی "حفظ الرحمن" باقی رہ گیا ہے۔ جس کے مجاہدانہ کردار سے ہندوستان کا ہر پڑھا لکھا آدمی اچھی طرح واقف ہے، اور جس کی خدمات کا اعتراف ایک ولی کامل نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مولانا حفظ الرحمن اپنی صرف ۱۹۴۷ء کی خدمات کے عوض مجھ سے میری ساری زندگی کی

عبادتیں لے لیں تو میں راضی ہوں"۔

وہی حفظ الرحمٰن اپنی زندگی کی آخری منزل میں ہے۔ فوج ہی نہیں حکومت کے سارے ہی شعبوں میں یہ قانون رائج ہے کہ بڑھاپے میں اس کے کارکنوں کو پنشن دیدی جاتی ہے تاکہ بقیہ زندگی آرام سے گزرے مگر قومی خدمت گاروں کا حال اس سے مختلف ہے۔ وہ ساری زندگی آلام و مصائب سے نبرد آزما رہتے ہیں اور انھیں کبھی سکون و راحت کے لمحات نصیب نہیں ہوتے مولانا حفظ الرحمٰن جنہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑی جانے والی جنگ میں سر دھڑ کی بازی لگائی، سالہا سال جیلوں میں رہے۔ جب ملک آزاد ہوا تو ان کو ایک دن بھی سکون سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ اِدھر آزادی کا سورج طلوع ہوا اور اُدھر آگ اور خون کی ندیاں ابل پڑیں، لوگ اپنی اپنی قربانیوں کی قیمت وصول کرنے میں لگ گئے، وزارت کی کرسیاں حاصل کرنے لگے اور جو اپنی ان کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے انھوں نے جوڑ توڑ شروع کر دی۔ مگر مولانا حفظ الرحمٰن اور ان کی جماعت نے مسلمانوں کے دکھ درد میں شریک ہونے ہی کو اپنا فرض سمجھا۔ اس فرض کی ادائیگی میں اُنھوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔ آزادی کے بعد مسلمانوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ ان کی باعزت زندگی کا تھا۔ کسٹوڈین کی چیرہ دستیاں اور ملازمتوں میں امتیاز اگرچہ تکلیف دہ بات تھی، مگر ان سب سے بڑھ کر صبر آزما جو چیز تھی، وہ فسادات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ فسادات ہو رہے ہیں اور خوب ہو رہے ہیں۔ آج یہاں تو کل وہاں، مولانا حفظ الرحمٰن ہیں کہ دوڑتے پھر رہے ہیں، فسادیوں کی غضب آلود نگاہوں کے سامنے ہیں۔ مگر بے خوف ہیں، ظالموں کو للکار رہے ہیں اور مسلمانوں کو صبر و شکر کی تلقین بھی کر رہے ہیں۔ پھر حکومت کو بھی اس کا فرض یاد دلا رہے ہیں، اتنے سارے کام کرتے کرتے مولانا بالآخر تھک گئے۔ جبلپور کے فساد نے انہیں بجھا کر رکھ دیا ہے، اور ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھلا دی ہیں۔ لیکن وہ تھک ہار کر بیٹھے نہیں، دورے اب بھی کر رہے ہیں، تقریریں بھی اسی آن بان سے ہو رہی ہیں۔ فرقہ پرستوں کو پوری قوت کے ساتھ للکار بھی رہے ہیں، مگر ان کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر ہر شخص متفکر ہے۔ یہ سوال بار بار ذہنوں پر دستک دے رہا ہے کہ مجاہدِ ملت کے بعد کون کشتیٔ ملت کا ناخدا بن سکتا ہے؟ آزادی کے بعد مسلمانوں کا ایک مسئلہ بھی تو حل نہیں ہوا، گتھیاں سلجھتی کہاں تک کہ ان کی گرہیں اور مضبوط ہوتی جا رہی ہیں۔ جمعیۃ علماء آج بھی ایک متحرک تنظیم ہے اور اس میں ہزاروں فداکار موجود ہیں۔ مگر حفظ الرحمٰن کی جانشینی کا حق کون ادا کرے گا؟ اس میں کیا شبہ ہے کہ آج بھی ملک میں بڑے بڑے اہلِ علم موجود ہیں، کتنے ہی سحر نگار ادیب ہیں، بلند پایہ مصنف بھی ہیں، مگر ہندوستانی مسلمانوں کی چارہ گری کے لیے جس انسان کی تلاش ہے وہ کہاں ہے؟؟۔

خدا کی کارسازی پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ اگر اس نے زخم دیا تو مرہم بھی اسی نے بخشا۔ اگر اس نے ۴۷ء میں مولانا حفظ الرحمٰن کو یہ توفیق بخشی کہ مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگائیں اور اپنے سارے کاموں کو چھوڑ کر صرف اسی کام کے ہو رہیں۔ تو ۶۲ء میں اسی خدا نے ہندوستانی مسلمانوں کی نُصرت و حمایت کے لیے شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی کے چہیتے بیٹے مولانا اسعد مدنی کو کھڑا کر دیا۔

مولانا حفظ الرحمٰن بھی درسگاہ اور مدرسی چھوڑ کر ملک و ملّت کی خدمت میں لگے تھے اور مولانا اسعد مدنی بھی جب اس میدان میں کودے تو دارالعلوم دیوبند کی تدریسی خدمات (جو تمام تر اعزازی تھیں) سے علیحدگی اختیار کر کے آئے، تدریس بذاتِ خود کوئی ناپسندیدہ کام نہیں ہے ہم بتانا یہ چاہتے ہیں کہ ملّت کی بہی خواہی میں ایسے موڑ آ ہی جاتے ہیں جب مدرسہ و خانقاہ کو چھوڑنا پڑتا ہے اور قلم و کتاب کی جگہ شمشیر و سنان کو ہاتھ میں لینا پڑتا ہے۔

اتر پردیش میں جمعیۃ علماء کا نظام عرصہ سے مضمحل تھا۔ اس لیے مخلصین فکر مند تھے، جب مولانا اسعد مدنی صدارت کی مسند پر بیٹھے تو ان کا تردّد دور ہوا اور ریاست بھر میں اس انتخاب پر مسرت محسوس کی گئی، جماعتی صفوں میں جو انتشار و

اضمحلال پایا جاتا تھا، وہ دور ہوا نئے کارکن پیدا ہوئے۔ پوری ریاست میں دینی تعلیمی بورڈ کی تنظیم پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی۔ اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔

شیخ الاسلام کے وصال کے بعد ان کے متوسلین اور جمعیۃ علماء کے وابستگان کی نگاہیں مولانا اسعد مدنی پر پڑنے لگی تھیں۔ ملک کے مختلف گوشوں سے ان کے پاس خطوط اور دعوت نامے آنے لگے جن میں اس بات کی درخواست ہوتی کہ آپ ہماری بستی میں تشریف لائیں۔ مولانا ان پرخلوص پیغامات اور دعوتوں کو کب تک ٹالتے، بالآخر ان کو وقت دینا پڑا۔ اب ملک میں مغرب سے مشرق تک اور شمال سے جنوب تک ان کے مسلسل دورے ہونے لگے۔ کہیں فساد کی خبر سن کر دوڑے جا رہے ہیں تو کہیں مدرسوں کے جلسے میں یا سیرت پاک کے اجتماعات میں شرکت کے لیے جا رہے ہیں۔ ان کے مسلسل اور طویل اسفار کو دیکھ کر ایک بار دہلی کے ہفتہ وار "پیام مشرق" نے لکھا تھا: "معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں ریلوے کی لائنیں شاید مولانا اسعد مدنی ہی کے لیے بچھائی گئی ہیں"

کلکتہ اور راؤڑکیلا کے فسادات میں

ان دونوں جگہوں پر فسادات ایک ہی نوعیت کے ہوئے تھے۔ ان فسادات نے ہندوستان کے مسلمانوں کو جیسے ہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ ایک بار پھر سوچنے لگے تھے کہ آیا ان کو ہندوستان میں رہنا ہے یا بالآخر ترکِ وطن کرنا ہی پڑے گا۔ مضبوط سے مضبوط ارادے رکھنے والا مسلمان بھی اپنی جگہ سے ہل گیا تھا۔ کلکتہ میں جس وقت فساد زوروں پر ہو رہا تھا، اتفاق سے میں دہلی میں تھا، جس دن مجھے اپنے وطن کے لیے روانہ ہونا تھا اسی دن شام کے چار بجے میں الجمعیۃ کے چیف ایڈیٹر مولانا عثمان فارقلیط سے ان کے آفس میں ملنے گیا۔ گفتگو کے دوران کلکتہ کے حالات بھی مذکرہ میں آئے تو میں نے دیکھا کہ ۸۰ سال کا بوڑھا تپا تپایا اور آزمودہ کار صحافی بھی حالات کی نزاکت سے متاثر ہے۔ مجھے سفر بہرحال کرنا تھا، مگر راستہ بھر افواہوں اور تشویش کا ماحول میرے گردوپیش رہا۔ فساد بنگال کی سرزمین پر ہو رہا تھا، مگر اس کے اثرات پورے ملک میں پڑ رہے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مولانا اسعد مدنی میرٹھ کے ہنگامہ خیز اجلاس کے بعد جمعیۃ کے جنرل سیکرٹری بنائے جا چکے تھے اور اپنی کشتی مخالفوں کے پُرشور سمندر کے حوالے کر چکے تھے جن حالات میں انھوں نے قیادت کا بوجھ اٹھایا تھا وہ اتنے صبر آزما تھے کہ دوچار دن بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہنا بظاہر ممکن نہ تھا۔ اندر اور باہر ہر طرف کشمکش تھی، کھینچاتانی تھی، بات کرنا مشکل ہو رہا تھا، بقول مومن کے

دوست کرتے ہیں ملامت غیر کرتے ہیں گلہ
کیا قیامت ہے مجھی کو سب بُرا کہنے کو ہیں

جن پتوں کو تکیہ بننا تھا وہی ہوا دے رہے تھے، باپ کے شاگرد بیٹے کو للکار رہے تھے۔ جن نگاہوں سے پیار و محبت کی کرنیں پھوٹنی چاہییے تھیں وہ اسعد مدنی پر شعلے برسا رہی تھیں، دوست و احباب بیگانے ہو رہے تھے۔ الغرض حسینؓ کی اولاد کو آزمائش کی بھٹیوں میں تپایا جا رہا تھا۔ خدا کا کرنا کہ مولانا اسعد مدنی اس بھٹی سے کندن بن کر نکلے، کلکتہ راؤڑکیلا اور جمشید پور کے فسادات اس میں شک نہیں کہ مسلمانانِ ہند کے لیے انتہائی صبر آزما اور ہلاکت خیز ثابت ہوئے، مگر ان کا ایک فائدہ میرے نزدیک یہ ہوا کہ مولانا اسعد مدنی کی پُرشکوہ قیادت ابھر کر ملک کے سامنے آ گئی اور شاید جمعیۃ کی صفوں میں پھیلا ہوا انتشار بھی جلد ختم نہ ہوتا۔ لوگ مولانا کو بحث کا موضوع بنا رہے ہیں "اور یہی طے نہیں کر پا رہے ہیں کہ وہ جمعیۃ کی قیادت سنبھالنے کے اہل ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اور ادھر وہ اپنا سر ہتھیلی پر لیے فسادات کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھسے جا رہے ہیں، راستے مسدود ہیں فسادی چڑھے چلے آ رہے ہیں۔ نعرے بلند ہو رہے ہیں، ہزاروں بلوائیوں کا جلوس راستہ میں ملتا ہے، جس کو دیکھ کر جیپ کا ڈرائیور گھبرا اٹھتا ہے اور آگے گاڑی لے جانے سے انکار کرتا ہے۔ اور مولانا کہتے ہیں، میاں آگے بڑھو ڈرتے

کیوں ہو؟ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ ڈرائیور کہتا ہے راستہ بند ہے۔ تو کہتے ہیں آخر راستہ کھلے گا کیسے چلو آگے بڑھو، فلاں جگہ آج ہمیں قیام کرنا ہے۔ کلکتہ کا فساد ذرا رمضان سے پہلے شروع ہو چکا تھا۔ اور رمضان کا تقریباً پورا مہینہ مولانا اسعد مدنی نے بنگال میں ہی گزارا تھا۔ مولانا سید احمد ہاشمی ان کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ افطاری کا کوئی انتظام ہوتا تھا نہ سحری کا، جہاں سانجھ وہیں بہان، جو کچھ میسر آیا کھا لیا ورنہ ویسے ہی چل پڑے۔

مولانا سید محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ بنگال کا فساد ختم ہونے کے بعد وہاں گئے تھے۔ اپنا سفر پورا کرنے کے بعد انھوں نے ایک مفصل بیان الجمعیۃ کو دیا تھا۔ جس میں انھوں نے کہا تھا کہ:

"مولانا اسعد مدنی نے مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن کی یاد تازہ کر دی۔ اگر ان کی جگہ پر دوسرا کوئی ہوتا تو بنگال میں ریلیف کا کام اتنے بڑے پیمانے پر نہ ہوتا کیونکہ وہ بنگالی زبان اچھی طرح سمجھ لیتے ہیں۔ اس لیے بڑی خوبی کے ساتھ انھوں نے وہاں کے ستم رسیدوں کے مسائل کو سمجھا اور ان کی ترجمانی بھی کی"۔

الجمعیۃ مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۷۳ء مولانا سید اسعد مدنی کا انٹرویو چھپا تھا۔ جس میں انھوں نے بڑے درد اور کسک کے ساتھ کہا تھا:

"جمعیۃ علماء ہند پر ایک وقت ایسا آیا کہ ہمارے سر سے دو سال کے اندر اندر چار بزرگوں کا سایہ اٹھ گیا، وہ تھے مفتی کفایت اللہ، والد صاحب، مولانا آزاد اور مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن۔

یہ چار ستون اچانک گر گئے۔ ان ہستیوں کے اٹھ جانے پر ہر طرف مایوسی اور پریشانی کی لہر دوڑ گئی اور مسلمانوں کے دلوں پر مایوسی کے بادل چھا گئے۔ ایک اتنا بڑا خلاء پیدا ہو گیا کہ اس کے پار کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ خاص خاص حلقوں میں پریشانی، تشویش اور تذبذب کا اظہار ہونے لگا۔ اور آخرکار ایک ایسا دور آیا جس کا تذکرہ بہت ہی تکلیف دہ ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کا اپنا خاص کردار رہا ہے۔ وہاں عہدوں پر پہنچنے کے لیے پروپیگنڈہ اور کنولیسنگ کو کوئی دخل نہیں تھا۔ بلکہ یہ باتیں معیوب سمجھی جاتی رہی ہیں۔ لیکن وہ کردار مجروح ہوتا دیکھا گیا، پوسٹر لگائے گئے، لٹریچر چھاپے گئے، پروپیگنڈہ اور کنولیسنگ ہوئی۔ کیا کچھ نہیں ہوا۔ وہ سب کچھ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میرٹھ کے اجلاس کی تاریخ اس قسم کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ جس کا تذکرہ کم از کم میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے۔ چند ماہ کے قلیل عرصہ میں جو مناظر دیکھے گئے وہ جمعیۃ کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ یہی وہ وقت تھا جب جمعیۃ کی ساکھ اور وجود کو قائم رکھنے کے لیے اللہ کا نام لے کر مجھے میدان میں آنا پڑا۔ اس وقت ناقابلِ بیان مصیبتیں سامنے آئیں۔ جن کا تذکرہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا ہے۔ بہرحال اللہ کا احسان ہے کہ وہ سخت امتحان جھیلا، جمعیۃ علماء انتشار، تذبذب اور موت و زیست کی کشمکش سے نکل کر اپنے وجود کو باقی رکھنے میں کامیاب ہو گئی"۔

اسی انٹرویو کے دوران مولانا نے کلکتہ، راوڑکیلا اور جمشید پور کے فسادات کا آنکھوں دیکھا حال ان الفاظ میں بیان کیا:

"۱۹۶۴ء میں کلکتہ کا فساد ہوا۔ میں خود ایسے وقت پہنچا جب آگ پوری طرح بجھی نہیں تھی۔ اور لاشیں دفن نہیں ہو پائی تھیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے لاشوں کو دیکھا۔ ایسے کنویں دیکھے جو لاشوں سے پٹے ہوئے تھے۔ میں نے جلتے ہوئے مکانوں اور دوکانوں کو دیکھا ہے۔ لاکھوں مسلمان اُجڑ کر خوف زدہ ہو کر پاکستان بھاگ جانا چاہ رہے تھے، اس وقت جمعیۃ علماء ہند نے ان اکھڑے ہوئے قدموں کو دوبارہ جمایا۔ ہم نے ۲۹۷ دیہاتوں میں امن قائم کرایا، اور ان دیہاتوں میں ریلیف کمیٹیاں قائم کرائیں، جمعیۃ ریلیف فنڈ سے ۷۰۰ مکانات بنوائے، کھیتی کرنے کے لیے بیج دیا گیا۔ اور گورنمنٹ سے قرضے دلوائے۔ جن مسجدوں کو نقصان پہنچا تھا ان کی مرمت کرائی، ان سارے کاموں کے لیے ۲۵ سیکٹر قائم کیے گئے۔ جہاں ۹ ماہ تک ریلیف ورک ہوتا رہا۔ راوڑکیلا جمشید پور کے فساد اس کے چند ماہ بعد ہوئے۔ فساد کے دوسرے ہی دن نندا جی (وزیرِ داخلہ) کو وہاں روانہ کیا۔ اور میں بھی فوراً پہنچا۔ وہاں کے گردا

نامی گاؤں میں شہید ہونے والوں کی تعداد ۸۰۰ کے قریب تھی۔ گاؤں میں صرف ۲۲ نفوس بچے تھے۔ وہاں ۲۲ مکانات بنواکر ۲۲ فیملی بناکر ان کو آباد کیا۔ گورنمنٹ پر دباؤ ڈال کر پورے گاؤں کی زمین کو ان ۲۲ خاندانوں میں تقسیم کرایا۔ خدا کا شکر ہے آج وہ گاؤں آباد ہے اور ہر طرح ترقی کر رہا ہے۔"

انڈین پارلیمنٹ میں

مولانا حفظ الرحمٰن کی خصوصیت یہ تھی کہ پارلیمنٹ میں مسلم مسائل پر بے لاگ تقریریں کرتے تھے اور کسی قسم کا تکلّف نہیں برتتے تھے۔ اگرچہ وہ کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوکر ایوانِ پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تھے۔ مگر کبھی انھوں نے بیجا دباؤ قبول نہیں کیا، جبکہ اکثر ممبران کا یہ حال ہوتا ہے کہ پارٹی کی وفاداری میں سب کچھ فراموش کر جاتے ہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن کے انتقال کے بعد پارلیمنٹ کے ایوان میں یوں تو مسلمان ممبران کتنی ایک تھے۔ مگر حفظ الرحمٰن جیسا کوئی نہیں تھا۔ سیاسی حلقے اس خلا کو بُری طرح محسوس کر رہے تھے۔ جمعیۃ علماء ہند نے آزادیٔ ہند کے بعد جہاں شہروں اور دور دراز دیہاتوں میں مسلمانوں کی جان و مال ہی نہیں، عزت و آبرو اور ان کا دین بھی بچانے کے لیے جدوجہد کی وہیں اس نے ایوانِ حکومت میں ایسے نمائندے بھجوائے جنہوں نے اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا اور جبینِ اقتدار کی شکنیں ان کے ارادوں کو کبھی متزلزل کر سکیں نہ مصلحت وقت کے کانٹوں سے ان کا دامن الجھا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جمعیۃ علماء ۱۹۴۷ء سے قبل پارلیمانی سیاست میں کھل کر حصّہ لیا کرتی تھی۔ مگر حصولِ آزادی کے بعد جب حکومت نے سیکولر جمہوریت کو اپنانے اور اسی کے مطابق نظامِ حکومت کی تشکیل کرنے کا فیصلہ کیا، اسی وقت جمعیۃ علماء ہند نے جماعتی حیثیت سے پارلیمانی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ مگر مسلمانوں کی نمائندگی کا ایک بہترین فارمولا یہ اختیار کیا کہ اپنے آزمودہ کار افراد کو مرکزی و صوبائی حکومتوں کے ایوان نمائندگان (پارلیمنٹ و دھان سبھا) میں سیاسی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے بھیجتی رہی۔ کوئی کانگریس کا ممبر ہوتا تو کوئی سوشلسٹ یا کمیونسٹ پارٹی کا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ طریقہ اب بھی اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ ۱۹۶۶ء میں اجلاس گیا میں مولانا سید حمید الدین نے اپنے ایک بلیغ جملہ میں اس پالیسی پر کیسا اچھا تبصرہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا:-

—"جمعیۃ علماء کی سب سے بڑی سیاست یہ ہے کہ وہ سیاست میں نہیں ہے۔"

۱۹۶۲ء میں مولانا حفظ الرحمٰن کا انتقال ہوا، اس وقت سے لگاتار ۱۹۷۷ء تک انڈین پارلیمنٹ میں ایک سنّاٹا سا چھایا رہا اور وہاں مسلم مسائل اور فرقہ وارانہ فسادات پر تنہا مولانا اسحاق سنبھلی آواز اٹھاتے رہے۔ مولانا اسعد مدنی سے جب بھی کہا گیا کہ آپ پارلیمنٹ کی ممبری قبول کر لیں تو انکار کر دیتے۔ ناز انصاری ایڈیٹر "الجمعیۃ" نے روزنامہ الجمعیۃ کے اجلاس عام نمبر مؤرخہ ۵، مئی ۷۲ء کے صفحہ نمبر ۷۲، پر لکھا ہے کہ:

—"مجھے یاد ہے کہ ایک دن وہ (مولانا اسعد مدنی) فخرالدین علی احمد صاحب کی عیادت کے لیے ولنگڈن نرسنگ ہوم جا رہے تھے، میں بھی ساتھ ہو گیا۔ وہاں سے واپسی کے وقت میں نے ازخود اس کا ذکر چھیڑا اور اس کی تصدیق چاہی کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے کہ آپ کو مظفرنگر کے پارلیمانی حلقہ سے ٹکٹ دینے کی پیش کش ہے تو مولانا صاحب نے بڑی بے نیازی سے یہ کہہ کر بالواسطہ طور پر تصدیق کر دی کہ یہ انتخابات وغیرہ کے چکّر میں پڑنا ہمارے بزرگوں کی روایات کے خلاف رہا ہے' میں نے فوراً عرض کیا کہ آپ کے اور مولانا حفظ الرحمٰن کے خیالات ایک ہی تھے اور وہ بھی اولاً یہی خیال رکھتے تھے۔ مگر جب سردار پٹیل نے دلّی کے فسادات کے دوران مرنے والے مسلمانوں کی تعداد پارلیمنٹ میں غلط بیان کی اور انھیں باہر سے چیلنج کرنا پڑا تو انھیں بھی اس بات کا احساس ہوا کہ پارلیمنٹ میں ہونا

کتنا ضروری ہے۔"

نازؔ انصاری نے اسی مضمون میں آگے چل کر لکھا ہے کہ "آخر ۶۸ء میں متعدد حلقوں اور شخصیتوں کے اصرار پر اور حالات کے تقاضوں کے تحت وہ راجیہ سبھا کا الیکشن لڑنے کے لیے تیار ہوئے اور وہاں پہنچ کر انھوں نے وہ کمی بھی پوری کر دکھائی جو مولانا حفظ الرحمن کے انتقال سے پارلیمنٹ میں پیدا ہو گئی تھی۔ ان کی تقریریں پارلیمنٹ ریکارڈ کا ایک حصہ ہیں اور کوئی بھی ان کے مطالعہ کے بعد یہ کہے بغیر نہیں رہے گا کہ مولانا اسعد میاں وہاں نہ ہوتے تو ملک کے منتخب نمائندوں کے سامنے جن کے روبرو مرکزی حکومت بھی جوابدہ ہے۔ مسلمانوں کے مسائل کبھی اس طرح سے نہ آتے اور باہر سے وہ لاکھ ڈھول پیٹتے اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔"

۱۵ مارچ ۷۲ء کو انھوں نے پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: "پریسیڈنٹ صاحب نے گزشتہ ایڈریس میں لا اینڈ آرڈر کے استحکام کی طرف اور کسی تقریر میں فوجی سطح پر فرقہ پرستی کا مقابلہ کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی۔ اور ہماری قومی حکومت کی رہنمائی فرمائی تھی۔ لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے کہ فسادات کا سلسلہ اب بھی ختم نہیں ہو رہا ہے اور بدقسمتی سے پرانی روایات اور فرقہ پرستی کی دہشت ناکی جاری ہے۔ اور حکام ضلع غفلت شعاری اختیار کرتے ہیں جس سے غنڈہ عناصر کو اس طرح سے من مانی کرنے کی چھوٹ مل جاتی ہے اور مظلوموں کا خون سستا ہو جاتا ہے۔ اگر پولیس کے خلاف ایکشن لیا جائے اور یہ طے ہو جائے کہ مجرم نہیں چھوڑے جائیں گے اور سسپنڈ کر کے تحقیقات کرائی جائے تو یہ چیز رُک سکتی ہے لیکن اگر پولیس کو چھوڑ دیا جائے، سی آئی ڈی والے چھوڑ دیئے جائیں ان کی رپورٹ نہ آنے کی وجہ سے کچھ نہ ہوا اور مجرموں کو سزا نہ دی جا سکے تو ایسی صورت میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ملک میں راشٹریہ سیوم سیوک سنگھ نیم فوجی جماعت موجود رہے اور اس کا خطرناک لٹریچر رہے اور وہ ٹریننگ دیتے رہیں اور حکومت پابندی نہ لگائے تو ان حالات میں ملک میں لا اینڈ آرڈر اور امن قائم نہ ہو سکے گا۔"

۲۲ فروری ۷۳ء کو راجیہ سبھا میں صدر کے شکریہ کی قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے پھر انھوں نے بڑی بےخوفی کے ساتھ ان الفاظ میں فسادات کے خلاف آواز بلند کی:

"فرقہ وارانہ جذبات رکھنے والے بھی پولیس میں گھس گئے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ پولیس اپنے فرض کو ایمانداری سے ادا نہیں کرتی، بلکہ وہ ایسے کارنامے برابر انجام دے رہی ہے۔ جس سے جانور اور درندے بھی شرما جائیں۔"

اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ:

"ایک بات میں اپنی ہوم منسٹری سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ بتائے کہ کتنے فسادات میں افسران ذمہ دار ہیں، کتنوں کو سزا دی گئی۔ یا کتنے ایسے ہیں جن کے متعلق کچھ کہا گیا ہو۔ کتنے ایسے ہیں جن کی ترقی روکی گئی۔ کیریکٹر رول ان کے خراب کیے گئے۔؟؟

میری یہ درخواست ہے کہ حکومت اس بات پر غور کرے اور اس کے لیے اسپیشل فورس بنائے کیونکہ جو صورتحال ہے اس میں موجودہ فورس بالکل فیل ہو چکی ہے۔ اس قسم کے ہنگاموں کو روکنے کے لیے اسپیشل فورس بنے اور اسے ہر طرح کی چیزیں ہیلی کوپٹر وغیرہ دینا چاہیئے۔ جس سے وہ ملٹوں میں پہنچ کر مقامی افسروں سے پولیس سے چارج لے کر حالات پر قابو کرے۔ اس کے لیے کانسٹی ٹیوشن میں "امینڈمنٹ" کرنا پڑے۔ سینٹر کو اختیارات دینے کے لیے تو وہ بھی ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ اس ملک کے لوگوں کی جان و مال عزت اور آبرو کو بچانا ضروری ہے۔

چند اہم خدمات

مولاناؒ نے مختصر سے زمانہ میں شب و روز منہمک رہ کر جس طرح دین و ملّت کی خدمت کی ہے۔ کوئی دوسرا ہرگز نہیں کر سکتا تھا۔ حقیقتاً مولانا کی بےشمار خدمات کا احاطہ ممکن بھی نہیں ہے ؎

سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیے

دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک آدمی میدانِ سیاست میں ہے تو بس اسی کا ہو رہتا ہے، پھر کسی اور طرف اس کا

دھیان بھی نہیں جاتا ۔ مگر مولانا مدنی نے جس طرح دینی خدمت کے میدان میں بے مثال جدوجہد کی اسی طرح سیاسی حلقوں میں بھی اپنی سوجھ بوجھ کا سکہ جمایا ۔ مولانا جب پارلیمنٹ میں داخل ہوئے تو انھوں نے پہلی فرصت میں ایک ایسی لابی (حلقہ) تیار کی جو فرقہ پرستوں کو دندان شکن جواب دے سکے اور ہندوستان جلد اس لعنت سے نجات پاسکے ۔ مولانا اپنے اس ارادے میں کامیاب بھی ہوئے ۔

آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ مولانا کے ممبر ہونے سے قبل پارلیمنٹ میں ایک دو ہی ممبر ایسے تھے جو مسلمانوں کی مظلومیت پر کچھ کہا کرتے تھے ۔ مگر اب یہ حال ہے کہ ہاؤس میں ایسے کتنے ہی ممبران ہیں جو کھل کر مسلمانوں کی حمایت کرتے ہیں ، فسادات کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور اردو کے ساتھ انصاف کی اپیل کرتے ہیں ۔

مولانا کی گوناگوں خدمات کو دیکھ کر بیرونی ممالک کے اربابِ بصیرت رشک کرتے ہیں اور مولانا کی شخصیت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں مگر افسوس کہ خود مولانا کے وطن میں مولانا کے پیام کو سمجھنے والے کم ہی لوگ ہیں ۔

حال ہی میں عراق کے سفیر نے ایک مجلس میں کہا : "اگر مولانا مدنی ہمارے ملک میں ہوتے تو ان کی وہاں بے حد قدر کی جاتی"

یہ ہندوستان کے مسلمانوں اور خود اس ملک کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں مدنی خاندان مقیم ہے اور موجودہ دور کے مسلمانوں کو مولانا مدنی جیسا مخلص، مدبر اور فعال رہنما ملا ۔ مولانا کی چند اہم بنیادی خدمات کے مختصر تذکرہ پر اس احساس کے ساتھ ہم اس کتاب کو ختم کر رہے ہیں کہ ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گلچینِ بہار تو زِ داماں گلہ دارد

مسجد عبدالنبی

نئی دہلی ہندوستان کی راجدھانی ہے ۔ جہاں مرکزی حکومت کے دفاتر، بیرونی ممالک کے سفارت خانے اور کئی سیاسی و غیر سیاسی جماعتوں کے مراکز قائم ہیں ۔ البتہ یہاں مسلمانوں کی کسی جماعت کا کوئی دفتر ۱۹۶۴ء سے پہلے نہ تھا ۔ مولانا نے جمعیۃ کی بھاگ ڈور سنبھالتے ہی یہ فیصلہ کیا کہ جمعیۃ کا مرکزی دفتر نئی دہلی میں منتقل کرنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں کام کی بہترین صلاحیت دی ہے کسی اجتماع میں انھوں نے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا : "کام کرو ، چندہ بازی کی فکر ابھی سے مت کرو ، کام کروگے تو پیسہ خود آئے گا" حقیقت یہ ہے کہ ان کا ابتدا سے یہی حال رہا ہے ، کبھی پیسے کی پرواہ نہیں کی ۔

مسجد عبدالنبی جس کی تاریخ بڑی شاندار ہے ، سینکڑوں سال سے غیر آباد پڑی ہوئی تھی ، صحن میں گھاس اگی ہوئی تھی اور بڑے بڑے درخت نکل آئے تھے ۔ جابجا غار تھے جن میں جانور بسیرا لیتے تھے اور کوئی آدمی اس میں جانے کی ہمت نہیں کرتا تھا ، مولانا نے اس مسجد کو آثارِ قدیمہ سے حاصل کرکے صفائی و مرمت کرائی ۔ حیرت ہوتی ہے کہ چند ہی ہفتوں کے اندر کس طرح مولانا نے اس کی ہیئت بدل ڈالی ۔ آج اس مسجد کو دیکھو تو اندازہ نہیں ہوتا کہ چند ہفتوں میں اتنا کام ہوا ہو گا ۔ مسجد کے وسیع احاطہ میں دو زیر کمرے ہیں جن میں جمعیۃ علماء ہند کا مرکزی دفتر اپنے تمام لوازمات کے ساتھ مصروفِ کار ہے ۔

ذرا تصور تو کیجئے اور آج کی مسجد عبدالنبی کے گردوپیش کے ماحول کا جائزہ لیجئے ۔ پولیس ایریا وہیں ہیں ۔ بڑے بڑے انگریزی اخبارات، اردو کا "تیج" اور "ملاپ" وہیں سے شائع ہوتے ہیں ۔ سامنے ہی مرکزی انکم ٹیکس کا دفتر ہے ۔ تھوڑی ہی دور سپریم کورٹ ہے ، مولانا آزاد میڈیکل کالج بھی قریب ہی ہے اور اس کے عقب میں حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی آرامگاہ ہے ۔ اس پورے ماحول میں ایک بلند ٹیلہ پر قدیم وضع کی مسجد جس کو ملا عبدالنبی نے ۱۵۷۵ء میں بنوایا تھا اور جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس میں کبھی نماز نہیں پڑھی گئی آج سر اٹھائے کھڑی ہے گویا کہ مسلمانوں کو دعوت دے رہی ہے کہ اپنی تمام وضعداریوں اور روایات کے ساتھ تمہیں بدلتے ہوئے ہندوستان میں اسی طرح سینہ تان کر چلنا چاہیئے ۔

آج یہ مسجد زبانِ حال سے یہ بھی کہہ رہی ہے کہ میں سینکڑوں سال سے غیرآباد پڑی ہوئی تھی اور میری محراب میں مٹی کا ایک دیا بھی

جلانے والا کوئی نہ تھا۔ مگر ایک اللہ والے (مولانا اسعد مدنی) نے میری بے بسی اور بے رونقی پر ترس کھا کر میری حالت بدل دی۔ اور اب میرا حال ماضی سے بہتر ہے۔ بلکہ قابلِ فخر ہے۔ مسجد عبدالنبی یہ پیام بھی دے رہی ہے کہ مسلمان اگر چاہیں تو اسی طرح اپنے گزشتہ دورِ ظلمت کو جدید ترقیات سے ہمکنار کر سکتے ہیں۔ اور ظلماتِ شبِ غم کو انوارِ سحر میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

مسلم فنڈ

مسلم فنڈ کی تحریک مولانا ہی کے ذہن کی اختراع ہے۔ اس فنڈ نے مسلمانوں کو آزاد ہندوستان میں کام کرنے اور ترقی کرنے کا شعور بخشا ہے۔ سب سے پہلے دیوبند میں مولانا نے اس کام کا آغاز کیا۔ جہاں اب لاکھوں روپے سالانہ جمع ہوتے ہیں۔ اور آسان شرائط پر ضرورت مندوں کو لاکھوں روپے بطورِ قرض دیئے جاتے ہیں۔ مغربی یوپی میں اس کی شاخیں بہت ہیں۔

جمعیۃ علماء کی کسی مجلس میں "مسلم فنڈ" پر گفتگو ہو رہی تھی۔ مغربی یوپی ہی کے کسی صاحب نے ایک قصبہ کا قصہ سنایا کہ وہاں جب سے فنڈ قائم ہوا ہے اور مسلمان بلا سود قرض لے کر اپنی اقتصادی ضروریات پوری کرنے لگے ہیں۔ مقامی بنیوں کی حالت خراب ہو گئی ہے۔ حتیٰ کہ ایک سودخوار نے تو حاکم کے پاس درخواست دے رکھی ہے کہ جمعیۃ علماء والوں نے ہماری روزی مار دی۔

جمہوری کنونشن

مولانا نے فرقہ پرست طاقتوں کو کمزور کرنے اور مسلمانوں کو حوصلہ مند بنانے کے لیے ۱۹۶۴ء میں دہلی میں جمہوری کنونشن کے نام پر ایک اجتماع بلایا تھا۔ اس کنونشن میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں اور عیسائیوں سب کو شرکت کی دعوت دی گئی اور ہندوستان کے ہر گوشہ سے مندوبین آکر شریک ہوئے۔ اس کنونشن کا انعقاد فرقہ واریت کے لیے ایک چیلنج تھا۔

انگریزی پریس

علماء اور دیندار طبقہ کو ہمیشہ مطعون کیا گیا کہ یہ لوگ زمانہ کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے اور قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ علماء نے برابر اپنے طرزِ عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ زمانہ کے تقاضوں کو زیادہ سمجھتے ہیں اور جو بھی مفید چیز سامنے آئی اس سے مسلمانوں کو انھوں نے کبھی نہیں روکا بلکہ اس کو اختیار کرنے کی تلقین کی۔

علماء پر جہاں اور بہت سے الزامات لگائے گئے وہیں ایک الزام یہ بھی رکھا گیا کہ انھوں نے انگریزی زبان کی مخالفت کی، حالانکہ یہ سراسر اتہام ہے۔ مولانا جعفر تھانیسریؒ نے جنہیں ۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے عبور دریائے شور کی سزا دی تھی اپنی تصنیف "کالا پانی" میں لکھا ہے کہ:

"میں نے وہاں اس قدر انگریزی زبان سیکھ لی تھی کہ عدالتوں میں پیش کرنے کے لیے بلا تکلف انگریزی زبان میں لوگوں کی درخواستیں لکھ دیا کرتا تھا اور انگریزی کتابوں کا بہ سہولت مطالعہ کر لیتا تھا۔"

انگریزوں کی آمد کے معاً بعد کا یہ واقعہ ہے اور اس وقت کے ایک ایسے عالمِ دین کا یہ ذوق بیان کیا جا رہا ہے جو انگریزوں کے دشمن تھے۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ علماء انگریزی زبان کے مخالف تھے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ علماء نے اس وقت یہ اندازہ فرمایا اور صحیح فرمایا کہ مسلمان اب محکوم ہے ایسا نہ ہو کہ انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ انگریزوں کا مذہب اور تہذیب بھی اختیار کرے۔ اس لیے انھوں نے احتیاط کی راہ اختیار کی۔ ان ہی مولانا تھانیسری نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے:

——"انگریزی کتابوں کے مطالعہ کا مجھ پر یہ اثر پڑا کہ نوافل تو نوافل فرائض کی ادائیگی میں بھی مجھ سے کوتاہی ہونے لگی"

ایک عالم اور مجاہد پر جب اس زبان کا یہ اثر ہو سکتا ہے تو ہما شما کا کیا حال ہو سکتا ہے اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے اگر ہم مان بھی لیں کہ علماء نے اس زمانہ میں انگریزی سے روک کر غلطی کی مگر آج جب وہ کہتے ہیں کہ مسلمان انگریزی اخبار

نکالیں تو مسلمان ان کی یہ بات کیوں نہیں مانتا۔ اب سے تقریباً بارہ سال قبل مولانا اسعد مدنی نے ملک کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو دعوت دی اور کہا کہ آؤ مل جل کر ایک انگریزی اخبار کی بنیاد ڈالیں۔ لوگ جمع ہوئے بڑے بڑے ماہرینِ تعلیم، صنعت کار اور صاحبان ثروت بیٹھے، مشورہ ہوا۔ ہمایوں کبیر مرحوم نے دلچسپی لی۔ اس وقت ان حضرات نے مولانا سے کہا کہ آپ اپنے حلقۂ اثر سے پہلے کچھ رقم حاصل کر کے جمع کریں پھر ہم لوگ باقی کمی پوری کر لیں گے۔

مولانا کی ایک عادت مجھے بہت پسند ہے وہ یہ کہ ٹال مٹول کسی کام میں انھیں پسند نہیں۔ جو کام کرنا ہے فوراً کریں گے۔ میں بلا جھجک عرض کروں گا کہ مجھے کام کا جو حوصلہ اور اُمنگ ملی وہ سب مولانا ہی کی دین ہے۔ مجھے گوشۂ گمنامی سے نکال کر عمل کی شاہراہ پر انھیں نے ڈالا ہے۔ میں نے جب یہ دیکھا کہ وہ ملت کی فلاح و بہبود کا ہر چھوٹا بڑا کام کرنے کے لیے بلا پس و پیش تیار ہیں تو میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ اور اب ان کے زیرِ سایہ رہ کر کام کرتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوں جہاں آفتاب کی تمازت آپ سے آپ ختم ہو جاتی ہے۔

بہرحال مولانا نے اس اجتماعی فیصلہ کے مطابق جس کا حوالہ اوپر دیا جا چکا ہے، ہندوستان کے چند صوبوں کا دورہ کیا اور ایک لاکھ سے زائد رقم لا کر جمع کر دی۔ لیکن افسوس کہ روشن خیال اور بالغ نظر حضرات کو آج تک توفیق نہیں ہوئی کہ ملت کی اتنی اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قدم آگے بڑھاتے۔ مولانا کا یہ دورہ واقعی ایک طوفانی دورہ تھا۔ ایک ایک دن میں پانچ پانچ چھ چھ جلسوں میں تقریر کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کو وزیروں کے دورہ پر قیاس نہ کیجیے کہ ان کو ایسے دوروں میں ہر طرح کی سہولت حاصل ہوتی ہے۔

میرا اندازہ ہے کہ مولانا نے اس دورہ میں کئی ہزار میل کا سفر کیا۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اسی ملک میں ایسی قومیں بھی موجود ہیں جن کا ایک فرد اپنے پیشوا کو لاکھوں کی رقم اٹھا کر دے دیتا ہے۔ اور پلٹ کر پوچھتا بھی نہیں کہ وہ کہاں گئی۔ مگر ہماری بھی ایک ملت ہے جو دیتی کم ہے مگر احتساب زیادہ کرتی ہے۔

رویت ہلال کانفرنس:

مولانا نے ہندوستان کے مسلمانوں کو متحد کرنے اور ان کو اختلافات کی دلدل سے نکالنے کے لیے جہاں دوسری بہت سی تجاویز کو بروئے کار لانے کی کوشش کی وہیں ۱۴، ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو "ایوانِ غالب" دہلی میں کل ہند پیمانہ پر رویت ہلال کانفرنس کر کے ملک بھر کے علماء کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا اور مسلمانوں کو سر پھٹول سے بچانے کی سعی کی۔

مباحث فقہیہ

فقہی مسائل کو اجتماعی ڈھنگ پر حل کرنے کے لیے جمعیۃ علماء ہند کے زیرِ انتظام ۱۹۷۰ء میں ایک ادارہ — "ادارۃ المباحث الفقہیہ" کے نام سے قائم کیا جو برابر کام کر رہا ہے۔

عرب حمایت کنونشن

عرب اسرائیل جنگ کے موقع پر عربوں کی حمایت میں دہلی میں ۲۵ نومبر ۱۹۷۳ء کو "عرب حمایت کنونشن" بلایا۔ اس کنونشن میں عرب ملکوں کے نمائندے بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے جنھوں نے مولانا کا ان کوششوں کے لیے شکریہ ادا کیا جو انھوں نے عربوں کی تائید کے سلسلہ میں کیں۔

عازمین حج کی امداد

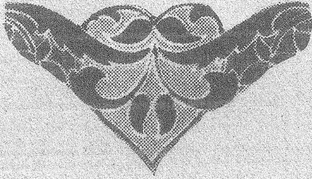
سعودی حکومت نے ۱۹۷۵ء میں عازمینِ حج پر طرح طرح کی پابندیاں عائد کر دی تھیں۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے عازمینِ حج بڑی اُلجھن محسوس کر رہے تھے۔ ان رکاوٹوں اور پابندیوں میں نرمی لانے کا مطالبہ حکومت ہند نے بھی کیا تھا۔ مگر سعودی حکومت اپنے فیصلوں پر ڈٹی رہی۔ بالآخر حضرت مولانا اسعد مدنی حجاز تشریف لے گئے اور سعودی حکومت کے ذمہ داروں سے مل کر عازمینِ حج کی دشواریاں بیان کیں۔ سعودی حکومت نے مولانا کی تجویز کے عین مطابق فوری طور پر فیصلہ کیا کہ یقینی ۲۳ ریال یومیہ خرچ کرنے کی شرط واپس لی جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حاجی

صاحبان جہاں چاہیں قیام کریں۔ پہلے ان کے لیے سیکٹر قائم کیے گئے تھے جو پریشانی کا باعث تھے۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ مقررہ ایام سے زیادہ کوئی رُک نہیں سکتا۔ اس میں بھی نرمی پیدا کی گئی۔ اسی طرح اللہ کے فضل سے مولانا کی مداخلت اور مساعی سے ہندوستان کے ہزاروں عازمین حج کو راحت ملی۔

مدارسِ اسلامیہ کی سرپرستی

ہندوستان میں مدارسِ اسلامیہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ مدارس سے مولانا کا قلبی تعلق ہے۔ ان کے مسائل سے انہیں گہری دلچسپی ہے، ان کی بقاء و ترقی کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

چند سال قبل حکومت ہند نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ عربی مدارس کے طلبہ کو ریلوے کے رعایتی ٹکٹ کی سہولت دینا موقوف کر دیا جائے گا۔ بہت سے لوگوں کو اس کی کانوں کان خبر بھی نہیں ہوئی اور ادھر مولانا نے وزیر اعظم سے ملاقات کرکے کہا کہ: "یہ مدارس وہ ہیں جنہوں نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لیا ہے، لہٰذا ان کو اس رعایت سے محروم نہ کیا جائے۔" چنانچہ وزیرِ اعظم نے یہ رعایت بحال رکھی اور مدارس کے غریب طلبہ بدستور اس رعایت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔





اے حسین احمد کے فرزندِ گرامی السلام
سرزمینِ ہند میں حق کے پیامی السلام

آزاد شیرازی

باپ تیرا دشمنِ افرنگ جان و دل سے تھا
وہ علمبردارِ حق جنگ آزما باطل سے تھا

والدِ مرحوم کے تُو نقشِ پا پر ہے رواں
کیوں نہ چُومے تیری پیشانی کو جھک کر آسمان

آہ وہ ہندوستاں، جس پر رہے ہم حکمراں
کُفر نے ہم کو نکالا ہے وہاں سے بے گماں

کفر نے چھینیں ہماری مائیں، بہنیں، بیٹیاں
ہاں مگر ہم کو نہیں اب تک یہ احساسِ زیاں

تین ٹکڑوں میں وہ ہندوستان آخر بٹ گیا
بھاگ آئے ہم، تو باطل کے مقابل ڈٹ گیا

ہم پچاسی لاکھ آتے چھوڑ کر ہندوستان
عظمتِ حق کا ترے ہاتھوں میں ہے لیکن نشاں

بھارتی مُسلم کو تو نے جرأتِ احرار دی
مِلّتِ اسلامیہ کو وحدتِ افکار دی

پرچمِ اسلام کو رکھا ہے تُو نے سربلند
ہیں مسلمانانِ ہندوستان ترے احسان مند

تیری چشمِ مست سے سب لالہ و گل کے ایاغ
بن گئے ہیں کُفر زارِ ہند میں روشن چراغ

تو یقیناً ہے عظیم اے سرزمینِ دیوبند
جس میں اسعد سے جواں ہیں سربلند و ارجمند

مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں حضرت عارف باللہ مولانا محمد اسعد صاحب مدنی مدظلہ کا

ایمان افروز خطاب

مرتب : محمد ادریس ہوشیارپوری ملتان

ایشیائی اسلامی کانفرنس میں انڈیا سے مندوب حضرت شیخ العرب والعجم کے فرزند ارجمند حضرت مرشدنا المحترم جناب مولانا محمد اسعد صاحب دامت برکاتہم، جانشین حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند آل انڈیا، شریک ہوئے۔ آپ اپنے دورہ میں پروگرام کے مطابق ملتان مدرسہ قاسم العلوم بھی تشریف لائے۔ بعد از عشاء آپ نے اپنے مخصوص انداز میں بیان فرمایا۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اور معتقدین خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔ حالیہ بارشوں کے باوجود شہر اور مضافاتِ ملتان کے علاوہ دیگر بڑے قریبی شہروں سے عقیدت مند حضرات جوق در جوق ایک جھلک دیکھنے کو آئے تھے۔ حضرت والا کی یہ تقریر بندہ نے قلم بند کی تھی۔ برائے افادہ قارئین "خدام الدین" خصوصاً و برائے دیگر احباب کرام عموماً امید ہے کہ اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ (از مرتب غفرلہٗ)

بعد از خطبہ مسنونہ، امّا بعد!

آیت مسنونہ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (الحشر پ ۲۸)

ابتدائیہ (سپاس نامے کے جواب میں)

بزرگو اور بھائیو!

میں سب سے پہلے آپ حضرات کی محبت، عنایت، عزت افزائی اور کرم کا تہ دل سے شکرگزار ہوں اور اسی طرح سے جو سپاس نامے قسم کے الفاظ پڑھے تھے ان کا بھی شکرگزار ہوں۔ لیکن میں حقیقت میں ان چیزوں کا اہل نہیں ہوں اور میرے بارے میں اس طرح کی بات کہنا ایسے ہی ہے جیسے کسی کو چڑھایا جائے۔ نااہل کو کہا جائے آپ بڑے اہل ہیں۔ اور آپ ایسے ہیں، آپ ایسے ہیں۔ یہ اس کو چڑھانا ہی ہوتا ہے۔ تو اس لیے حقیقت میں میں آپ کی تعریفات کا کسی طرح بھی اہل نہیں۔ بہرحال آپ کا حسنِ ظن ہے۔ اور ملک دو ہو گئے، برسوں میں کبھی آیا ہوں۔ آپ مجھے کیا جانتے ہیں کہ میں کیا ہوں۔ اتنی دور سے میرے بارے میں خدا جانے آپ نے کیا کیا رائے قائم کر لی ہے۔ برتتے تو پتہ چلتا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ اسلئے آپ کی رائے، جو حد سے بڑھی ہوئی ہے، میرے بارے میں ہرگز معتبر نہیں ہو سکتی۔

آدمی، آدمی کی پہچان:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کسی کی تعریف کی، آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے اس سے کوئی معاملہ کیا ہے؟ کہ نہیں۔ معاملہ کی نوبت تو نہیں آئی۔ تو کیا پھر اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ کہ نہیں، ایسا بھی نہیں ہوا۔ فرمایا! کہ تم کو کوئی حق نہیں اس کی تعریف کرنے کا۔ آدمی کا معاملہ سے پتہ چلتا ہے یا پھر سفر سے سفر میں بھی انسان ناموافق حالات اور مشکلات کی وجہ سے قابو اور اختیار میں نہیں رہتا۔ غیر اختیاری طور پر اس کے چھپے ہوئے تقاضے باہر آجاتے ہیں، وہ ان کو مصنوعی انداز میں چھپا کر نہیں رکھ سکتا، تو فرمایا بغیر معاملہ اور سفر کے کسی کی تعریف یا تنقیص کا کسی کو حق نہیں۔

تو میں تو ایک پردیسی آدمی، آپ نے خدا جانے کسی سے کیا سُن لیا۔ آج آپ کے ہاں آیا ہوں اور آپ نے

مجھے دیکھا ہے، تو یہ گھنٹے دو گھنٹے کے معاملہ میں کہ کوئی چور ہے بدمعاش ہے، ڈاکو ہے، کون کیا ہے؟ آپ کی رائے ظاہر کرنا یہ کیسا معتبر ہو سکتا ہے؟ خدا جانے آپ نے کیا دیکھ لیا۔ برتتے یا کوئی معاملہ پڑتا، یا ساتھ رہنے کی نوبت آتی تو پتہ چلتا کہ میرے اندر کس قدر خرابیاں اور برائیاں ہیں۔ اس لیے اس طرح کی تعریفات یا حسنِ ظن یا زمانے کا رواج (اس کا اعتبار نہیں۔)

لوگوں کی عادت ہے زمین آسمان کے قلابے ملانے کی، کچھ لوگ شعر میں شاعری کرتے ہیں اور کچھ نظم کی بجائے نثر میں بھی شاعری کرتے ہیں۔ شاعری اور شعر کی تعریف یہی ہے۔

تو ہو سکتا ہے کہ رسم و رواج اور یا پھر حسنِ ظن نے "اطرادِ مادح" میں مبتلا کر دیا ہے۔ ورنہ میں تو حقیقت میں کسی بھی تعریف کا مستحق اور اہل نہیں ہوں اور بہت ناکارہ انسان ہوں۔ بہرحال آپ کی پرجوش باتیں، اور بہت سی ایسی باتیں جن کے بارے میں دروازہ کھل جائے تو کہیں سے کہیں بات پہنچے، میں غیر ملکی کی وجہ سے اس سلسلہ میں کوئی بات کہنے سے معذور ہوں۔ (ہمارے ملکی حالات سے متعلق۔)

تو آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت عنوان ہی درسِ حدیث مقرر کیا ہے، تو پھر جن مجبوریوں نے (کہ خود تم پاکستانی زبان نہیں کھول سکتے) آپ کو یہاں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔ میرے بارے میں تو وہ بہت زیادہ اہم ہیں۔ اس لیے ان سب چیزوں کے جواب میں سوائے شکریہ ادا کرنے اور آپ کی محبت، عنایت اور کرم کا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمادے، کیا کہہ سکتا ہوں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو للہیت، خلوص اور اپنی رضا کے ساتھ دین و ملت کی خدمت کی انفرادی اور اجتماعی توفیق عطا فرمائے۔ قبول فرمادے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہہ سکتا، اور نہ کہنا مناسب ہی ہے۔

اس سے پہلے جب میں پاکستان سفر پہ آیا تھا تو میں نے آپ کے ہاں معذرت کی تھی کہ میں کوئی وعظ اور تقریر نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ اگر کچھ ہو بھی تو میں کہوں کہ میں نے یہ کہا اور دوسرے کہیں کہ تو نے یہ کہا۔ اس شش وپنج میں نہیں پڑنا چاہتا ــــ لیکن بہرحال اس موقعہ پر حاضری ہوتی ہے اور آپ نے یہ (جلسہ کے لیے) اہتمام کیا ہے، تو میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ لیکن بہرحال جس موضوع پر آپ حضرات بول رہے تھے۔ (ملک میں جمعیۃ علماءِ اسلام کی سیاسی و دینی خدمات پر سپاسنامے میں اظہار کیا گیا تھا) میں ہرگز کچھ نہیں کہوں گا ــــ میں نے جو آیت پڑھی ہے اسی کے بارے میں کچھ مختصر عرض کر کے بات ختم کروں گا۔

میرے محترم بزرگو!

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی اس آیت میں ایمان والوں سے، مسلمانوں سے فرمایا ہے کہ ایمان والو! اللہ سے ڈرو، خوفِ تقویٰ اختیار کرو، اور تم میں سے ہر شخص کو چاہیئے کہ دھیان رکھے، توجہ کرے، خیال رکھے، دیکھے کہ اس نے اگلی زندگی کے لیے، کل کے لیے، آخرت کے لیے پہلے سے کیا سامان کیا ہے؟۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اور اللہ سے ڈرو۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

آیت کی تشریح:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک تو اپنے تقویٰ کا، خوف کا، ڈر کا حکم دیا ہے اور دوسرے اگلی زندگی، جو اگلے کل کی طرح ہے، تم نے پہلے سے کیا تیار کر رکھا ہے، کی فکر ہے۔ ایک تو آج کا دن ہے، جس میں ہم آپ اور سب موجود ہیں۔ یہ جو آج کا دن ہے، یہ ختم ہو گا، جس منٹ، سیکنڈ ختم ہو گا، اسی سیکنڈ اگلا کل شروع ہو جائے گا، آج کے ختم ہونے، آگے آنے والے کل کے شروع ہونے میں منٹوں، سیکنڈوں، گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں کا خلا ہو، مدت ہو، فرصت ہو، وقت ہو، ایسا نہیں۔ آج جہاں ختم ہو گی، وہیں سے کل شروع ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ ــــ تم میں سے ہر ایک شخص کو دیکھنا چاہیئے کہ آئندہ کل کے لیے، تم نے پہلے سے کیا تیار کر رکھا ہے؟ یعنی جس زندگی کی تیاری کی طرف اللہ تعالیٰ متوجہ کراتا ہے، توجہ دلاتا ہے، وہ اس وقت کی زندگی کے ساتھ ایسی ملی ہوتی ہے، متصل ہے، فوراً آنے والی ہے، جیسے آج کے

ساتھ کل آ رہا ہے۔ کوئی فاصلہ، بعد دوری درمیان میں نہیں ہے۔ یہ حال ہٹے گا، یہ زندگی ختم ہو گی، معاً وہ شروع ہو جائے گی، آج کے ختم ہوتے ہی کل شروع ہو جاتی ہے، اسی طریقے سے اس زندگی کے ختم ہوتے ہی وہ کل شروع ہو جائے گی۔ کوئی بعُد، دوری، فاصلہ درمیان میں نہیں ہو گا۔ کہیں اور نہیں جانا ـــــ یہ ہے اور وہ ہے۔

اللہ تعالیٰ توجہ دلاتا ہے کہ اس زندگی میں، حال میں، وقت میں، آج تم دھیان لگا لو، توجہ کر لو، دیکھنا چاہیئے، فکر کرنی چاہیئے۔ وہ جو اتصال کے متصل بالکل معاً فوری زندگی آنے والی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ "اگلے کل" (غد) سے تعبیر کرتا ہے۔ واتقوا اللہ اللہ سے ڈرو، اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بے شک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو، اس کو خوب جانتا ہے۔ اس کو دھوکا نہیں دیا جا سکتا، اس سے چھپایا نہیں جا سکتا، غفلت میں مبتلا نہیں کیا جا سکتا، کوئی ترکیب ایسی نہیں کہ اس کو پتہ نہیں چل سکتا۔ ساری دنیا کو دھوکا دیا جا سکتا ہے مگر اس کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو، سب جگہوں میں، سب وقتوں میں ہر ہر چیز کو جانتا ہے۔

وحدت باری تعالیٰ

تو محترم بزرگو! اللہ کا تقویٰ، ڈر، خوف جو نہایت ضروری ہے۔ ہر آدمی دنیا میں بھی بہت سی چیزوں سے ڈرتا ہے، کسی چیز سے جلب منفعت کے لیے، حصولِ فائدہ کے لیے، اور کسی چیز سے دفع مضرت کے لیے، تکلیف، پریشانی اور مصیبت سے بچنے کے لیے، تو فائدہ اور نفع حاصل کرنا ہو، مطلب بر آری ہو، بھلائی ہے یا مصیبت، برائی اور تکلیف سے بچے، کسی وجہ سے بھی ڈرے، جتنی مخلوقات اور چیزیں عالم میں پائی جاتی ہیں، کیسی بھی ہوں، کچھ بھی ہوں، انسان، بادشاہ، فوجی افسر، وزیر، گورنر، کوئی بھی ہو، غرض اچھے اور بُرے لوگ اور ہر قسم کے جانور، سانپ، شیر، اژدھا، ہاتھی، چیتا، بھیڑیا، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سمندر اور دریا کی تمام مخلوقات بھی، جو بھی جہاں بھی عالم میں ہیں ان سے فائدہ یا نقصان ملے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان چیزوں کا پیدا کرنا، طاقت اور قوت دینا، ان کے کاموں میں اثر دینا، نتیجہ فراہم کرنا، یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا کام ہو سکتا ہے؟ جو کچھ پایا جاتا ہے، جہاں پایا جاتا ہے، سب کو سب کچھ اللہ نے دیا ہے۔

نہ کس می دھاند نہ کس می دہد
خدا می دھاند خدا می دہد

کہیں سے برائی یا بھلائی ملے، نفع ہو یا نقصان ہو، جب چاہتا ہے، جس سے چاہتا ہے، جو چاہتا ہے کروا لیتا ہے۔

ایک واقعہ

ہمارے ہاں ہندوستان میں ایک بڑا رائٹ (RIOT) ہوا تھا۔ اڑیسہ میں ایک جگہ راوٹ کیلا ہے، پہاڑی علاقہ ہے، چاروں طرف اس کے جنگلات ہیں، پہاڑ ہیں۔ اللہ کی قدرت وہاں سے دور جنگل میں بازار ہے۔ رائٹ کے بعد کئی دورے بھی کرنے پڑے، کئی دفعہ جانا ہوا تو بازار سے گزرے۔ وہاں ایک کنٹراکٹر تھا سلیمان نامی، کہتے ہیں کہ اس کے پاس چودہ لاکھ کا کیش تھا، مکان، کار وغیرہ۔ وہاں فضا خراب ہوتی۔ رائٹ شروع ہوا۔ وہاں ایک غیر مسلم راجہ تھا۔ اس نے اس کو اپنے گھر بلایا اور کہا کہ بھائی فضا خراب ہے، کوئی گڑبڑ نہ ہو جاتے، اپنا مال میرے پاس رکھ دو، بعد میں لے لینا۔ چنانچہ اس کا وہ تمام کیش راجہ نے پاس رکھ لیا۔ اور پھر اس لالچ میں کہ اگر یہ بچ گیا۔ تو مال واپس دینا پڑے گا۔ اس کو قتل کرا دیا۔ اس کا ایک لڑکا اور بیوی یہ دیکھ کر کہ مال بھی چلا گیا اور جان بھی گئی۔ جنگل کی طرف بھاگ کھڑے ہوتے۔ تو اسے (راجہ کو) یہ خطرہ ہوا کہ یہ بچ گئے، تب بھی مشکل ہو گی، فسادی ان کے پیچھے لگ گئے تاکہ ان کو مار ڈالیں۔ وہ جنگل کی طرف دوڑے جا رہے تھے اور فسادی ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ تو سامنے جنگل سے شیر آتا ہوا نظر آیا۔ ان کو تو ادھر بھی موت اور ادھر سامنے سے بھی موت تھی، اس لیے انھوں نے کہا جب موت ہے ہی تو جنگل ہی کی طرف چلتے ہیں۔ یعنی شیر کی طرف، فسادیوں نے جب یہ دیکھا کہ شیر سامنے ہے تو وہ رک گئے۔ اور یہ سمجھے کہ اب تو شیر ان کو مار ہی ڈالے گا۔ مگر شیر نے کچھ

نہیں کہا اور جنگل جنگل شیر ان کے ساتھ چلتا رہا اور کتنی میل دور جہاں کیمپ تھا اور حفاظت کا انتظام تھا، اجڑے لٹے پٹے لوگ آ کر پناہ لے رہے تھے، اس کے قریب تک شیر ساتھ ساتھ رہا، جب کیمپ کے پاس پہنچ گئے، تو شیر جنگل کیطرف لوٹ گیا۔ اور ماں بیٹا دونوں کیمپ میں چلے گئے۔

تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ اللہ جب چاہتا ہے تو چوروں، ڈاکوؤں، بدمعاشوں سے، دشمنوں سے، خون کے پیاسوں سے بڑے بڑے کام کروا دیتا ہے۔ جان لینے کے لیے آتے ہیں تو مصیبتیں دور کر کے چلے جاتے ہیں۔ اور بھلائی پہنچا کر چلے جاتے ہیں، اور جب وہ چاہتا ہے تو جناب! دوستوں سے، جن پر بھروسہ ہوتا ہے ان سے، جن کے ساتھ احسانات کیے ہوتے ہیں ان سے، رشتہ داروں سے، بھائیوں سے، بیٹوں سے، بیوی سے، شوہر سے، ماں باپ سے، تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچوا دیتا ہے۔ قتل کروا دیتا ہے۔ تو جس نفع کے لالچ میں ڈرتے ہیں وہ ان چیزوں میں نہیں اللہ کے پاس ہے، جس چیز سے جو چاہے کروا لیتا ہے۔ جس مصیبت اور اس تکلیف کی وجہ سے ڈرتے ہیں اللہ کا مالک حقیقی اللہ ہے، اس لیے وہی اس کے قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ تقویٰ اختیار کیا جائے، خوف کھایا جائے۔

تقویٰ کے بغیر کوئی عبادت حقیقی عبادت نہیں

اللہ تعالیٰ نے ہماری بھلائی کی خاطر اور ہم کو گھاٹے، ٹوٹے اور نقصان سے نکالنے کے لیے حکم دیا کہ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ سے ایمان، ایمان بنتا ہے۔ نماز، نماز بنتی ہے۔ روزہ، روزہ بنتا ہے۔ حج، حج بنتا ہے۔ اور ان میں حقیقت پیدا ہوتی ہے۔ قبول ہونے کے قابل بنتے ہیں، اور تقویٰ کے بغیر اعمال صرف "رسم" رہ جاتے ہیں، صورت رہ جاتی ہے، اور اس کا کوئی وزن نہیں۔ اور بااوقات قبول ہونے کے قابل بھی نہیں رہتے۔ اس لیے زندگی کے تمام کاموں کو اللہ کے دربار کے قابل بنانے کے لیے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

تقویٰ والی نماز

تقویٰ ہو تو نماز، نماز ہے، لیکن ہر نماز ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ایسی نماز بھی ہے جو اللہ کے ہاں قبول ہو گی۔ اور ایسی بھی کہ دوسروں کی بھی قبول کرائے گی۔ اور ایسی بھی ہے، حدیث میں ہے کہ وہ نمازی کو بددعا دے گی کہ جس طرح تو نے مجھے برباد کیا ہے، خدا تجھے برباد کرے۔ اس لیے ہر نماز ایک جیسی نہیں۔

تقویٰ اور روزہ اور اقسام روزہ

یہ روزہ کو روزہ بناتا ہے۔ سب روزے بھی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جو روزہ نہیں رکھتے اور یہ کہتے ہیں کہ روزہ تو وہ رکھے جس کے گھر دانے نہ ہوں، کھانے کو نہ ہو۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ ان کا کیا ذکر، غضب خداوندی کو دعوت دیتے ہیں۔ لیکن جو روزہ رکھتے ہیں ان کا بھی حال ایک جیسا ہے، روزہ رکھا بس کھانا پینا چھوڑ دیا اور باقی کوئی کام نہ چھوڑا۔ جھوٹ، بے ایمانی، کم تولنا، کم ناپنا، قسمیں کھانا، دھوکے دینا، رشوتیں لینا، اور ساری بے ایمانیاں، فساد، لڑائی، جھگڑا سارے کام ہو رہے ہیں، بس ایک کھانا پینا چھوڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، جب تم نے کچھ چھوڑا، اور

سارے بُرے اور حرام کام کیے جا رہے ہو تو خدا کو تمہاری بھوک پیاس سے کیا کام ہے؟ بے شک مفتی صاحب کہہ دیں گے کہ روزہ ہو گیا، لیکن اللہ کے ہاں اس کی کیا قدروقیمت ہے، یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔

امام غزالیؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ دو بوڑھیوں نے نفلی روزہ رکھا اور شام ہوتے ہوتے بھوک پیاس سے ان کی جان نکلنے لگی۔ برداشت سے باہر ہو گیا۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا کہ ہم نے روزہ رکھا تھا۔ لیکن اب ہم سے برداشت نہیں ہو رہا۔ گھنٹے دو گھنٹے جو وقت باقی ہے، کاٹے نہیں کٹ رہا، جان نکلی جا رہی ہے، کیا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس برتن میں قے کرو، دونوں نے قے کی تو اس میں پیپ، خون، گوشت کے لوتھڑے نکلے، سب کو حیرت ہوئی کہ یہ کیا نکلا؟ ان عورتوں نے خون گوشت تھوڑا ہی کھایا تھا۔ یہ تو روزہ سے تھیں۔ حضور سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ انھوں نے "رزق" جو اللہ نے حلال کیا تھا، اس کے اوپر روزے کی نیت کر کے اپنے آپ پر حرام کر لیا۔ کہ ہم نہیں کھائیں گی، شام تک کھانا پینا حلال تھا، حرام کر لیا۔ اور جس کو اللہ نے مطلقاً حرام کیا تھا، اس سے روزے کو افطار کر لیا۔ ان دونوں نے بیٹھ کر خوب اس کی اُس کی غیبتیں کیں۔ اللہ نے قرآن میں کہا ہے کہ:

وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُم بَعْضًا أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَن یَأْکُلَ لَحْمَ أَخِیهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوهُ

تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو، کیا اسے تم پسند کرتے ہو، برداشت کروگے کہ مردہ بھائی کا جسم نوچ نوچ کر کھاؤ۔ تو انھوں نے مردار لاش نوچ نوچ کر کھانا جو کسی حال میں جائز نہیں وہ کام روزے میں شروع کر دیا۔ غیبت شروع کر دی۔ وہی خون گوشت مردار وہ قے میں نکلا ہے۔ تو ایک روزہ یہ ہے کہ جس سے بہتر ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ تمام برائیوں سے، جھوٹ سے، غیبت سے، دھوکہ فساد، گالم گلوچ سے، یہ سب چیزیں حرام ہیں۔ ان سے بچے۔ ٹی وی، ریڈیو پر گانے سننے سے بچے۔ اور روزے کا ایک درجہ یہ ہے کہ روزہ رکھا، برائیوں سے بچا، اور اپنے وقت کو اچھے کاموں میں صرف کیا، تلاوت، عبادت، ذکر میں، نیکی میں لگا رہے، اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ روزہ رکھے اور ماسوی اللہ سے چھوٹ جائے۔ وہ ہو اور اس کا مالک ——

—— تو پتہ چلا سب کام ایک سے نہیں ہوتے۔ صحابہ کرامؓ کے متعلق آپ احادیث میں دیکھ لیں کہ نماز میں ان کی کیفیت کیا ہوتی تھی۔ تیر لگا ہے، کھینچا نہیں جاتا، گہرا چبھ گیا۔ برداشت نہیں ہو رہا، کہتے ہیں ذرا ٹھہر جاؤ، نیت باندھ لوں، نیت باندھ لیتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا کہ کدھر سے نکال لیا۔ تو نماز کی یہ کیفیت، استغراق اور تعلق اللہ کے تقویٰ سے ہو سکتا ہے۔ اللہ کے دربار میں اگر یہ استحضار ہو جاتے غفلت دور ہو جاتے تو حالت بدل جائے۔

ہم آپ موجود ہیں کہ ایک ڈیڑھ روپیہ (بلکہ ٹکے کا) پولیس افسر ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے ہے ہمت جو جرم کرے یا برا کام کریں؟ ایس پی کیا حیثیت رکھتا ہے جو اپنی زندگی، طاقت بات کا مالک نہیں، فیصلہ عہدہ، اپنے اقتدار کا مالک نہیں، سب چیزوں میں عاجز ہے۔ اس سے ڈرنے کا یہ حال ہے اور احکم الحاکمین کا اگر واقعی استحضار ہو جاتے، اس کی طاقت، قوت اور قدرت کاملہ کا علم ہو جاتے تو پھر ہمارا تمہارا کیا حال ہو؟ یہ تو غفلت نے ہم کو یہاں پہنچا دیا ہے۔ اس لیے کہ ہماری آنکھیں بند ہیں، اور اس کا ہمیں خیال بھی نہیں ہوتا کہ "وہ" دیکھ رہا ہے۔ اس لیے تقویٰ کی ضرورت ہے، اسی سے سارے اعمال زندہ ہوں گے، ان میں جان پیدا ہو گی اور حالت بدلے گی۔

مجاہدات کیونکر کرائے جاتے ہیں

اسی کیفیت کے لیے مجاہدات کئے جاتے ہیں۔ آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث جبرئیل (علیہ السلام) بیان فرماتے ہیں۔ (میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا) کہ اچانک

ایک شخص ظاہر ہوا، بالکل انوکھا، ہم نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اس کے بالوں پر گرد و غبار نہیں۔ بالکل سیاہ بال، کپڑے (دھلے) طرح بالکل صاف ستھرے دھلے ہوئے سفر کا کوئی اثر نہیں۔ نہ وہ ہماری آبادی کا رہنے والا کہ ہم اس کو پہچانتے نہ وہ پردیسی معلوم ہوتا کہ اس پر سفر کا کوئی اثر ہو، اور اچانک قریب سے اور گھٹنے سے گھٹنے ملا کر بیٹھ گیا۔ اور پوچھنا شروع کیا، (سلام و دعا کے بعد) سوالات ماالایمان؟ ماالاسلام؟ وغیرہ کے بعد ایک سوال کرتے ہیں۔ ما الاحسان؟ احسان کیا چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ احسان اور محسنین کی تعریف کی ہے۔ یہ کیا چیز ہے؟ فرمایا: ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم کسی وجہ سے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تم کو بہرحال دیکھ رہا ہے۔ ہماری جو کیفیت ہونی چاہیئے تم پر جو اثر مرتب ہونا چاہیئے، استحضار، خوف، خیال اور رعایت وہ اس کے دیکھنے کی وجہ سے ہونی چاہیئے۔ وہ تو بہرحال مستحق ہے، اس میں تو کوئی کمی ہی نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو وہ تو بدرجہا بہتر ہے۔ اگر نہیں دیکھ رہے تو وہ تو بہرحال دیکھ رہا ہے، تو اس طرح عبادت کرنا کہ جیسے میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ مجھے دیکھ رہا ہے، یہ ہے احسان ——

یہ کیفیتِ احسانی انسان کے عمل میں پیدا ہو جاتے اور یہ کیفیت زائل ہو جاتے تو عمل میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ فطری عمل ہے —— اگر آپ ایک تھانیدار کے دیکھتے ہوتے کوئی جرم نہیں کر سکتے۔ تو اگر آپ کو اللہ یاد رہے تو کب تک جرم کرتے رہو گے؟ کیا کیا کر سکتے ہو؟ کیسے کر سکتے ہو؟ وہ اللہ کا ڈر اور استحضار جس کو "احسانی کیفیت" کہتے ہیں، وہ ضرور رنگ بدلے گا۔ یہی فرق ہوتا ہے ان لوگوں میں جن کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے اور ان لوگوں میں جن کا تعلق نہیں ہوتا غافل ہوتے ہیں۔

گناہ ہر ایک سے ہوتے ہیں مگر.....؟

معصوم تو صرف انبیاء علیہم السلام ہیں اور لوگ نہیں۔ لیکن اللہ کے تعلق کی وجہ سے' جیسا تعلق ہو گا، احسانی کیفیت' استحضار، دوام ہو گا، قوت ہو گی، ویسے ہی کسی غلطی پر جو ہو سکتی ہے، طبیعت متغیر ہو گی، بے چینی ہو گی، صبر نہیں آ سکے گا، اور لذت، چین، سکون، راحت ختم ہو جائے گی۔ اور جب تک رگڑ رگڑ کر اس نجاست کو دھو نہیں لے گا تب تک سکون نہیں آ سکتا —— بسا اوقات اس قدر توفیق ہوتی ہے کہ پہلے سے اچھی حالت میں پہنچ جاتا ہے (استغفار کرنے سے)، ورنہ گناہ اور غلطی غیر نبی، ہر ایک سے ہو سکتا لیکن فرق ہو گا —— اور عام لوگ جو اللہ کے تعلق سے محروم ہوتے ہیں، قلب غافل ہوتا ہے، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ یہ گناہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہم نے کیا کر لیا اور کیا کرنا چاہیئے تھا؟

ذوق کی خرابی

اس میں لذت آتی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آقائے نامدار، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر کالا داغ پڑ جاتا ہے، گناہ کرتا جاتا ہے اور کالے کالے داغ پڑتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سارا دل کالا ہو جاتا ہے۔ پھر بھی اگر گناہ کرتا جائے تو سیاہی پر داغ پڑتے ہیں اور زنگ کی سی کیفیت ہو جاتی ہے، کلا بل ران کی سی کیفیت' دلوں کے اوپر زنگ کی تہیں جم جاتی ہیں۔ تو ایسے شخص کو گناہوں میں لذت آتی ہے، نیکیوں سے وحشت ہوتی ہے، تکلیف ہوتی ہے، برداشت نہیں ہوتا، جوا، شراب، سینما، ناچ، گانا وغیرہ۔ ساری ساری رات بیٹھا رہے گا، نیند نہیں آئے گی، سستی نہیں آئے گی، گھر نہیں یاد آئے گا، چھوڑا ہوا بیمار یاد نہیں آئے گا، جس کی دوا کے لینے کے لیے گھر سے نکلا تھا، وہ نہیں یاد آئے گی۔ گھر کے کھلے ہوئے دروازے یاد نہیں آئیں گے، اس قدر فریفتگی اور لذت گناہ میں ہو گی، اور اگر کہیں مسجد میں،

اچھی جگہ، وعظ، تقریر، تلاوت
میں پہنچ جائے تو ایسا بے کل پریشان
اور مصیبت میں مبتلا ہو گا کہ جیسے
اس کے کپڑے میں بچھو بھرے ہوئے
ہوں اور کاٹ رہے ہوں، ایک
منٹ رکنا اور ٹکنا دوبھر اور پہاڑ
ہو گا، وہ قلب کی بیماری اور روگ
اسی سیاہی کی وجہ سے ہے، ایسا
حال ہو جائے گا —— اور جو اس
کے برعکس ہو اس کو اچھائیوں میں
چین، قرار اور سکون آئے گا، اور بری
جگہ رکنا مشکل ہو گا۔ حدیث میں
اس چیز کی طرف اشارہ کیا ہے حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، فرمایا:

المؤمن فی المسجد کالسمک فی الماء
والمنافق کالطیر فی القفس۔ (او کما قال
علیہ الصلوٰۃ والسلام) جس کا حال اچھا ہے
وہ مسجد میں پہنچ جائے، سارے
جھگڑے، تکلیف، فاقے، بیماری اور
اذیت سب بھول جائے گی۔ تڑپتی
ہوئی مچھلی کو پانی میں ڈال دو، چین
آ جائے گا، مسجد میں پہنچ کر ایسا
چین نصیب ہو گا —— اور جو روگی
ہے، منافق ہے، بیماری، روگ اور گناہ
کی سیاہی ہے وہ مسجد میں پہنچ جائے
ایسا تڑپتا ہے، جیسے آوارہ، جنگلی،
اڑتی ہوئی چڑیا کو زندگی میں آپ پہلی
مرتبہ پنجرے میں بند کر دیں،
پھڑپھڑائے گی، سر پٹخے گی، جان
دے گی کہ نکل کر کہیں کو چلی جاؤں،
رکا نہیں جائے گا، ایسے ہی اس
شخص کا حال ہے جس کا دل روگی
ہے۔ وہ روگ، وہ سیاہی اللہ کی
بغاوت اور گناہ سے پیدا ہوتی ہے۔

بھائی! کون ہے انبیاء علیہم
السلام کے علاوہ جس سے خطاء نہیں
ہوتی؟ غلطی نہیں ہوتی؟ گناہ نہیں
ہوتا؟ سب سے ہوتا ہے۔ لیکن جن
کا تعلق اللہ کے ساتھ ہوتا ہے، وہ
دھو لیتے ہیں، اور جو نیلا کماٹا ہوتا
ہے اس کو پاخانے کی بو آتی نہیں؟
دھوئے کہاں؟ درحقیقت نجاست میں
وہ گندگی، عفونت اور بدبو نہیں جو
خدا کی بغاوت میں ہے، مگر ہم
پاخانہ کمانے والے کی طرح گناہوں کی
عفونت کے عادی ہو چکے ہیں، اس
سے تکلیف نہیں ہوتی، دل بے چین
نہیں ہوتا —— اگر کہیں ہمارا دل
صاف ہو جائے اور گناہوں کی
وحشت اور اذیت محسوس ہونے
لگے۔ تو پاخانہ کی نجاست، کوئی حیثیت
نہ رکھے اس کے سامنے۔

طاعتِ خداوندی پر دنیوی انعام

دلی میں ایک
فرنٹیر کا خوبصورت نوجوان طالب علم
پڑھنے جا رہا تھا، سلطنت کے
زوال کا آخری وقت تھا۔ شہزادی کو
دیکھ کر پسند آ گیا۔ شاہی خاندان
کی لڑکی تھی، اس نے ملازم بھیج کر
اس نوجوان کو بلا بھیجا اور اس سے
بری نیت کا اظہار کیا، اس نے
معذوری کا اظہار کرتے کہا میں تو ایک
طالب علم ہوں، خدا سے ڈرو...
... وغیرہ وغیرہ۔ اس نے (دھمکی دی
اور کہا) تو میں ابھی کسی کو بلاتی
ہوں اور کہوں گی کہ یہ بری نیت سے
آیا تھا اور وہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے
اڑا دے گا۔ وہ بہت پریشان ہوا،
جان کا خطرہ اور ایک طرف ارتکاب
حرام، کیا کیا جائے۔ کچھ دیر سوچتا
رہا، اس نے کہا اچھا ذرا قضائے
حاجت سے فارغ ہو لوں، اس نے
کہا ٹھیک ہے، پاخانے میں گیا اور
ساری نجاست اپنے بدن پر لگا لی۔
اور اسی حال میں تمام پاخانہ بدن پر
لگا ہوا ہے، نکلا، تو شہزادی نے
اسے گھر سے باہر نکلوا دیا ——
اب کیا کرے؟ کہاں جائے؟ حرام
سے تو بچ گیا، لیکن اس پاخانے
کو لتھڑے ہوئے کہاں جائے؟ کس
کے پاس جائے؟ مجبوراً جمنا پر چلا
گیا، جمنا کے کنارے اس نے کوئی
رومال وغیرہ باندھ کر سارے کپڑوں
کو دھویا، دھو کر سوکھنے کے لیے
ڈالا، بدن دھویا، نہایا اور "سبق ولق"
سارے دن کا چلا گیا۔ اگلے دن
سبق کو گیا، غالباً حضرت شاہ اسحٰق
یا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کا دور تھا، درس گاہ میں داخل ہوا تو
شاہ صاحب نے دیکھتے ہی فرمایا، کہ
بھائی! آج کیسا عطر تم لگا کے آئے
ہو؟ —— اب یہ غریب پریشان کہ معلوم
ایسا ہوتا ہے کہ بہت دھویا، لیکن نجاست
کا اثر رہ گیا اور حضرتِ استاذ کو
وہ بدبو محسوس ہوتی ہے اور ٹوک
رہے ہیں عطر کہہ کر۔ کہا، حضرت!
بہت دھویا کیا کروں؟ کہتے ہیں بھائی
کونسا عطر لگایا کہ حضرت واللہ بہت
دھویا، سارا دن اسی میں چلا گیا، کیا

کروں حضرت! اب یہ شرمندہ اور بالکل .... اور وہ کہیں کہ کہاں سے تم کو یہ عطر ملا؟ یہاں تک نوبت پہنچی کہ شاہ صاحب نے کہا کہ طالب علموں جاؤ، آج سبق نہیں ہو گا۔ کیا ماجرا ہے؟ اب دل اور زیادہ نہایت شرمندہ، کیا بتاؤں؟ ایسی بات کوئی بتانے کی ہوتی ہے۔ بہت اصرار پر اس نے ساری کتھہ کہانی سنائی۔ کہ حضرت کیا بتاؤں، کل سبق بھی گیا۔ یہ مصیبت مجھ پر آ گئی تھی۔ تو قسم کھا کر شاہ صاحب کہنے لگے کہ اتنی زندگی میں آج تک کسی چیز میں ایسی خوشبو سونگھی ہی نہیں، جیسی آج تیرے بدن سے آ رہی ہے۔ اور یہ حرام سے بچنے کی خصوصیت ہے۔ اللہ نے تجھ کو اس نعمت سے نوازا ہے۔ کہ تو نے اس جوانی کی عمر میں اپنے آپ کو اس حرام سے بچایا۔ اگر تو اس خوشبو کو محسوس کر لیتا، جو تیرے بدن سے آ رہی ہے تو خوشی سے پھول جاتا۔

بھائی! اللہ کی اطاعت میں ایسی محسوس اور غیر محسوس حقیقی نعمتیں ہیں کہ جن کا تصور نہیں ہو سکتا۔ اور بغاوت میں، جرموں میں پاخانہ تو کوئی چیز نہیں ہے۔ اس سے ہزاروں درجوں زیادہ نجاست، قباحت، بدبو اور برائی ہے، بھنگی ہزار درجہ شریف اور بہتر ہے۔ گویا زانی، چور، بدمعاش اور گناہ گاروں سے، حرام کار سے نجاست کمانے والا اور بدن میں لگا ہوا، وہ بہت اونچے درجے میں ہے۔ اور وہ حرام کار لوگ بھنگی سے ہزار درجہ بدتر حالت میں، مگر محسوس نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں چلتا۔ تو یہ گناہوں کی جو حقیقت برائی، نجاست اور نحوست ہے اس کا احساس اور پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے لوگ ارتکاب کرتے ہیں، اور اگر ذوق صحیح ہو جاتے، احساس ہو جائے تو آدمی جان نکل جائے، برائی کا تصور نہ کر سکے۔

گناہوں سے کون بچا؟

علاج اور تدبیر:

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ گناہوں سے کون بچا ہے؟ سیاہی بھی قلب پر پہنچتی ہے، اس کا علاج کیا ہے؟ آقائے نامدار، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لکل شئ صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللّٰہ — دلوں کے مانجنے کا سامان ذکر اللہ ہے۔ اللہ کے ذکر سے یہ دل منجتے ہیں، صاف ہوتے ہیں۔ اور قساوت دور ہوتی ہے خدا کا خوف اور تعلق پیدا ہوتا ہے، زندگی اور توحید کامل نصیب ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ و اذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام) آدمی کے بدن میں، جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا اور ٹکڑا ہے، وہ ٹھیک ہو جائے، سارا آدمی ٹھیک ہو جاتا ہے، وہ بگڑ جائے سارا آدمی بگڑ جاتا ہے، خبردار وہ دل ہے دل۔

دل راجہ ہے

دل راجہ ہے، جیسا راجہ ویسی پرجا۔ جیسا دل ویسا انسان۔ اس لیے اس دل کو بنانا نہایت ضروری ہے۔ اور وہ ذکر اللہ سے بنتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے ذکر کا جگہ جگہ حکم دے کر فرض کیا ہے یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللّٰہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃً واصیلاً ۰ اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو، اس کی تسبیح، پاکی صبح و شام بیان کرو۔

ذکر کثیر کا مطلب یہ ہے کہ کثیر قلیل کے مقابلہ میں آتا ہے اور قلیل کثیر کے مقابلہ میں۔ ذکر کثیر ہو جائے یعنی ماسوی الذکر قلیل ہو جائے۔ اللہ یہ چاہتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: اذکروا اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علیٰ جنوبکم۔ اللہ کا ذکر کھڑے، بیٹھے، کروٹوں پر لیٹے ہر حال میں کرو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی اور تفسیرِ قرآن جاننے میں تین صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں، حجت کا مقام رکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کھڑے، بیٹھے، لیٹے تینوں کو تین حالتوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان میں ذکر کرو۔ نیز انسان ساری زندگی انہیں تین حالتوں میں گزارتا ہے۔ بیٹھا کوئی کام کر رہا ہے، لیٹا سویا ہے یا جاگ رہا ہے، کھڑا ہے چل پھر رہا ہے، اور چوتھی کوئی حالت نہیں۔ ان تینوں حالتوں میں اللہ نے ذکر کا حکم دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ چاہتا یہ ہے کہ زندگی کے کسی لمحہ

میں بھی ذکر سے غفلت مت برتو۔
پوری زندگی ذکر بن جاتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:۔

فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون۔ (پ۲)

اے میرے بندو! تم میرا ذکر کیا کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا، تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور میرا شکر کرو، میری نمک حرامی مت کرو۔

ذکر سے معیت حق نصیب ہوتی ہے

آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) اللہ کہتا ہے:

انا مع العبد ما تحرکت بی شفتاہ، میں بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب تک اس کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں۔ اسی طریقہ سے ایک اور حدیث قدسی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کہتا ہے:۔

انا جلیس من ذکرنی ـــــ میں اس کا مصاحب ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی تنہائی میں یاد کرتا ہوں، اگر وہ لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کا ذکر فرشتوں کے سامنے کرتا ہوں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے فرشتے ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ گھومتے رہتے ہیں، جہاں کہیں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو، جا کر پروں سے گھیر لیا۔ اور لوگوں پر خوف، خشیت اور گریہ طاری ہو جائے۔ اور یہ سلسلہ آسمان تک ہو جاتا ہے۔ ایک فرشتہ جا کر عرض کرتا ہے، یا الہ العلمین! تیرے فلاں فلاں بندے تیرا ذکر کر رہے ہیں، رو رہے ہیں، یاد کر رہے ہیں،

اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتہ کہتا ہے یا اللہ دیکھا تو نہیں۔ اچھا تو جنت دیکھی کہ اس شوق میں یہ حال ہے؟ کہ نہیں جنت دیکھی، کہا تو دوزخ دیکھا کہ اس کے خوف سے سے یہ حال ہے؟ کہ نہیں وہ بھی نہیں دیکھا، جنت نہیں دیکھی، دوزخ نہیں دیکھا اور پھر یہ حال ہے۔ جاؤ سب گناہ ان کے معاف کر دیتے۔ فرشتہ عرض کرتا ہے، اے الہ العلمین ایک آدمی تو یوں ہی بیٹھا ہوا تھا، کچھ بھی نہیں کر رہا تھا، بس آ کے ان میں بیٹھ گیا۔ اللہ کہے گا جاؤ جب انھوں کو بخشا تو اسے بھی بخشا۔ اولئک قوم لا یشقیٰ جلیسھم۔ (یہ ایسی قوم ہے کہ ان کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ ساتھی بھی مجموعی برکات سے محروم نہیں رہ سکتا۔) معلوم ہوا اللہ کا ذکر ایسی بڑی نعمت ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے ذکر سے گناہوں کے پہاڑ اس طرح پگھل جاتے ہیں جیسے نمک کے پہاڑ سمندر میں ڈالنے سے پگھل جاتے ہیں۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ما من شیئ انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ۔ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے زیادہ خدا کے غضب سے نجات دلانے والی اور بچانے والی نہیں ہے جتنا اللہ کا ذکر بچانے والا ہے۔

اسی طرح آپؐ فرماتے ہیں:۔

مثل الذی یذکر اللہ والذی لا یذکر مثل الحیّ والمیت۔ اس شخص کی مثال جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اس کی مثال جو ذکر نہیں کرتا ایسی ہے جیسے زندہ اور مردہ۔ اللہ کا ذکر کرنے والا زندہ اور اللہ کا ذکر نہ کرنے والا مردہ، چلتی پھرتی لاش۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ سے، ہم آپ سے نہیں فرماتے ہیں، صحابہ کرامؓ کی زندگی ان کے اوقات، ان کے ایمان، ان کی کیفیت، ان کی حالت کیا ہے؟ کیا بیان کروں؟ میں تفصیل میں نہیں جاتا لیکن بہرحال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد ویسی اور کوئی جماعت پیدا ہوئی نہ ہو گی۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیر لکم من انفاق الذھب والفضۃ وخیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتقتلونھم ویقتلونکم۔ قالوا بلیٰ یا رسول اللہ۔ قال ذکر اللہ۔ (اوکماقال)

اے میرے صحابہ کرامؓ جو تم (ہم آپ نہیں) کام کرتے ہو، ان سب کاموں میں سب سے بہتر جو کام ہے وہ تمہیں نہ بتاؤں؟ اللہ کے ہاں جو پاک صاف ستھرا کام ہے تمہارے کاموں میں سے، اور اللہ کے ہاں

جو تمہارے درجوں کو سب سے زیادہ کرنے والی چیز ہے وہ تمہیں نہ بتاؤں؟ روایتوں میں آتا ہے کہ بعض صحابہ کرامؓ اس شوق میں کہ کونسی ایسی چیز ہے جو آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتلائیں گے۔ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے، جو بیٹھے ہوئے تھے، اور فرمایا ..... اللہ کے راستہ میں سونا چاندی لٹانے سے بھی زیادہ بہتر ہے، اور جہاد سے بھی زیادہ بہتر کہ اللہ کے دشمنوں کا سامنا ہو، وہ تمہاری گردنیں کاٹ دیں اور تم ان کی گردنیں کاٹ دو۔ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا، حضور فرمایئے کیا چیز ہے؟ آپؐ فرماتے ہیں۔ وہ ذکر اللہ ہے جو ان سب سے بہتر ہے۔

بہر حال ذکر سے سیاہی، قساوت دور ہوتی ہے اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے، ایمان کامل ہوتا ہے، گناہوں کی نحوست دور ہوتی ہے اور انسان اللہ کا بندہ بنتا ہے۔

اسی لیے فرمایا: ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہٗ شیطاناً فھو لہٗ قرین۔ جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے اعراض کرتے ہوئے زندگی گذارتا ہے اور اللہ کا ذکر نہیں کرتا، ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جتنی دیر انسان اللہ کے ذکر سے غافل رہتا ہے۔ شیطان اس کے دل میں چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا ہے، اس کے دل کو اپنے منہ میں لے لیتا ہے، وساوس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

اور قرآن مجید میں فرمایا گیا: ومن اعرض عن ذکری فان لہٗ معیشۃً ضنکاً ونحشرہٗ یوم القیٰمۃ اعمٰی۔

جو کوئی میرے ذکر سے اعراض کرتا ہے اس کو تنگ اور گھٹی گھٹی زندگی دیتے ہیں اور قیامت کے دن اس کو ہم اندھا اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا:

رب لم حشرتنی اعمٰی وقد کنت بصیراً۔ اللہ کہے گا، سب کو دیکھا، سب کو پہچانا، ساری دنیا برتی، اور ساری دنیا کو پیدا کرنے والا مجھے ہی تو نے نہیں پہچانا، مجھے ہی دیکھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ تیرے سے بوڑھا اندھا اور کون ہو گا۔ معلوم ہوا ذکر اللہ بہت ضروری ہے۔ تاکہ تقویٰ پیدا ہو۔

دوسری چیز — تقویٰ کے بعد آیت میں یہ ہے، فرمایا: ولتنظر نفس ما قدمت لغد۔ دنیا میں پھنس کر آخرت کو مت بھولو۔ سارا مال جتنا بھی ہے، تجارت، صنعت، روپیہ پیسہ، کھیتی یہ سب یہیں رہ جائے گا، اہل و عیال یہاں رہ جائیں گے، ہاتھ جھاڑ کر چلے جائیں گے صرف ایک چیز ساتھ جائے گی، وہ اپنے عمل ہیں۔ اچھا کر رہے ہو یا برا کر رہے ہو۔ آج سوچو کتنے جھوٹ بولے، کتنی برائیاں کیں، کتنی اچھائیاں کیں۔ یہ سب ساتھ جانے والی ہیں تاکہ برائیوں سے بچنے کی توفیق ہو اور اچھائیاں کرنے کی توفیق ہو— کرنے لگے تو سوچو کہ یہ کیوں برا کام

ہوا ہو برائی ہو جائے تو استغفار کرو، توبہ کرو، حقوق العباد سے معافی مانگو اور اچھائیاں کرو۔ ان الحسنٰت یذہبن السیئٰت۔ نیکیاں برائیوں کو دھو دیتی ہیں، زائل کر دیتی ہیں۔ اگر سوچو گے تو برائیوں سے بچ سکو گے، نیکیاں کر سکو گے، دھونے اور صفائی کا سامان کر سکو گے، استغفار اور توبہ کی توفیق ہو سکے گی۔

اور اگر یونہی غفلت میں زندگی گذرتی چلی گئی، فکر نہ کی تو آخر منزل آ جائے گی اور تڑپنا پڑے گا، بھگتنا پڑے گا۔ اسی لیے اللہ کہتا ہے: ولتنظر الخ آج سوچو کہ تم نے اپنی اگلی زندگی کے لیے کیا کیا؟ واتقوا اللہ اللہ سے ڈرو، اللہ غافل نہیں۔ وہ سب جانتا ہے —— اس لیے فکر آخرت کرتے ہوئے تیاری کیجیے، اللہ سے ڈرتے رہیے اور آخرت کے لیے ہر وقت تیار رہیے۔ کہ یہی مومن کی علامت ہے۔ ہر وقت وہ یہ سمجھے کہ موت سر پر ہے خدا جانے کب بلاوا آ جائے۔ اس لیے ہر وقت اس حال میں رہیے کہ جب جانا ہو حال ٹھیک ہو۔ یہ نہ سوچتا رہے کہ ابھی تو میں ایسا ہوں، ابھی تو میں ایسا ہوں، ابھی تو میں ایسا ہوں، موت تھوڑی آ رہی ہے اور پھر یہی سوچتے سوچتے ایک دن موت آ جائے اور چلا جائے۔ یہ غافلوں کی سی بات ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اکثروا ذکر ھاذم اللذات (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) موت، لذتوں کو توڑنے والی چیز ہے۔ اس کا ذکر زیادہ کیا کرو، تاکہ موت یاد رہے، تیاری کی طرف طبیعت چلے اور دنیا سے رغبت کم ہو، اور آخرۃ کی فکر پیدا ہو۔

دنیا کا معنی خرچ کرنا، کمانا، کھانا رکھنا عیب نہیں ہے، لیکن دنیا کی محبت کا قلب میں ہونا، اور اس سے تعلق ہونا اور اللہ کا تعلق نہ ہونا یہ عیب ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

ساری دنیا کی چیزیں ہوں اور اللہ کا تعلق دل میں ہو تو دنیادار نہیں ہے، اور کچھ نہ ہو، فقیر، محتاج اور دنیا کے تعلق کو تڑپتا ہو، پکا دنیا دار ہے۔ اس لیے اللہ کا تعلق پیدا کرو، خوف، تقوٰی اختیار کرو، فکر آخرت کرو، تاکہ زندگی کا سودا ٹھیک ہو، اور آخرت ٹھیک ہو۔ بربادی سے بچ سکیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

سانحۂ ارتحال

لاہور کے مشہور دیندار معالج ڈاکٹر اقبال صاحب آف بیڈن روڈ اور ڈاکٹر ارشاد صاحب، لیک روڈ پرانی انار کلی کے چھوٹے بھائی امداد حسن خان گزشتہ دنوں اچانک حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے۔ موصوف کا تعلق تبلیغی جماعت سے تھا اور وہ اس معاملہ میں بڑے متحرک تھے۔

مرحوم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو ملنے کا اشتیاق رکھتے تھے اور جب اس کے لیے جانے لگے تو اچانک دل میں تکلیف ہوئی۔ اور وہ تھوڑی دیر بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ادارہ خدام الدین کے مخلص مہربان بھائی ظہور صاحب آف عنایت موتی چور ہاؤس لاہور نے ہمیں خبر دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ (ادارہ)

جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے استقبالیہ میں مولانا اسعد مدنی کا طلباء سے خطاب

برادرانِ محترم ، نوجوانانِ عزیز ، بزرگو اور بھائیو !

ڈرتا ہے سیل حوادث سے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

ماشاء اللہ آپ نوجوان ہیں اور ہوش بھی ہو تو گرم خون اور ابھی آپ نے کچھ معرکے جیتے ہیں اور ہم لوگ جن سے آپ روٹھ کے چلے آتے تھے، ہم ہندوستان میں ہیں اور ہمارا کام وہاں ہوش ہی ہوش کا ہے جوش اور گرمی ہمارے حصّہ میں نہیں آئی ۔ اس لیے گرم باتوں کا کوئی گرم جواب ہمارے پاس نہیں ۔ حقیقت میں آج دنیا میں یورپ کی سازشوں کے نتیجے میں ایسا دین اور اخلاق سوز ماحول دنیا میں بن چکا ہے جس کے لیے مصنوعی اور جھوٹی تاریخ ، لٹریچر ، ادارے ، اسلامک اسٹڈیز ، جن کی سرپرستی عالمی صیہونی طاقتیں کر رہی ہیں اور جن پر اربوں ڈالر سالانہ خرچ ہو رہا ہے ، جن کا مشن یہ ہے کہ اسلام کی ناک ، آنکھ ، ہاتھ پاؤں ، زبان جو جو جہاں جہاں ہو سکے کاٹ کر مثلہ کر دیا جائے ۔ ایسے ماحول میں جبکہ لاکھوں افراد دنیا میں اپنی زندگیاں قربان کر رہے ہیں ، مشن بنائے ہوئے ہیں کہ مذہب اور دین کو اکھاڑ پھینکو اور نہایت خوبصورت نعرے ، اصطلاحیں اور چمکتا ہوا جھوٹا مستقبل دکھا کر دھوکہ دیا جا رہا ہے ۔ اور کروڑوں بندگانِ خدا ان چیزوں میں مبتلا ہو کر غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ۔ دنیا میں بہت سے ملکوں میں صرف دنیا کی زندگی مغرب سے مشرق تک اس کی چمک دمک خواہشات ، عیش و عشرت مقصد بن چکی ہے ۔ ان تمام فاسد مقاصد کے لیے بڑے بڑے ادارے ، یونیورسٹیاں ، کالجز ، تحقیقاتی ادارے اور ان گنت اتھاہ پہاڑوں جیسا لٹریچر اور خدا جانے کیا کیا تدبیریں اور کام ہو رہے ہیں ۔ ایسے حالات میں نوجوانوں پر اسلام اور دین سے تعلق رکھنے والوں پر کتنی بڑی ذمہ داری عاید ہوتی ہے ۔ کتنے پہاڑوں کو ، باغات کو ، جنگلات کو ، سمندروں کو تہہ کرنا ہے ۔ اس کو میرے لیے کہنا بہت مشکل ہے ، لیکن جب کبھی لوگوں نے قلیل سے قلیل کم سے کم تعداد والوں نے بھی اللہ پر بھروسہ کر کے قدم اٹھایا ہے اور قربانیاں دی ہیں تو کبھی رائیگاں نہیں گئیں ۔ تو منزل بہت دور ، راستہ بہت کٹھن ، مشکلات بے حد و حساب ، لیکن اگر آپ حضرات کا نوجوان عزم ، حوصلہ ، فہم و فراست ، تدبّر اور صحیح سمت قدم بڑھانے کا عزم اور حوصلہ ساتھ دیتا رہے گا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی منزل کو دیر سویر پا نہ لیں ۔ اس لیے آپ کو بہت ہمت کے ساتھ اس معاملے میں آگے بڑھنا چاہیے ۔

قرآنِ کریم کی آیت مجھے یاد نہیں آ رہی ۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ بھی تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور تم بھی تکلیفیں اٹھا رہے ہو وَ تَرجُونَ مِنَ اللّٰہِ مَالَا یَرجُونَ۔ اور تم اللہ سے اس بات کی رجا اور امید رکھتے ہو جو ان کے لیے نہیں ہے وہ نہیں اس کی امید کر سکتے تو دنیاوی تکلیف اور مشقت اگر تم اٹھا رہے ہو تو وہ بھی اٹھا رہے ہیں۔ دین و مذہب کے مخالف ، باطل پر چلنے والے اور غلط راستوں پر عمل کرنے والے آپ ان کو جا کر کے دیکھیں کہ اُلجھے ہوئے بال ، خاک پڑھی ہوئی ۔ ٹوٹے چپل ، ننگے پاؤں ، پھٹے کپڑے ، اور فاقہ مست یا اور کسی حال میں دوڑتے دھوپتے آپ کو نظر آئیں گے تو اگر آپ بھی دنیاوی مشقتیں اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے حقیقی اور اصلی زندگی کی توقع اور کامیابی کی امید اور یقین رکھتے ہیں تو آپ کا سودا تو بہت قیمتی اور بہت بڑا ہے ۔ باطل کے لیے ، غیر کے لیے ، اور فرضی غیر حقیقی مقاصد کو سامنے رکھ کر لوگ زندگیاں قربان کرتے ہیں ۔ سمندروں میں کود جاتے ہیں ، گولیاں کھاتے ہیں ۔ آپ اللہ کے لیے یہ نہیں کر سکتے ۔ اور اگر کرتے ہیں تو اس کو کم سمجھتے ہیں ۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے ۔ میں کہتا ہوں

کہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتا وہ بہادر ہو ہی نہیں سکتا۔ ممکن نہیں ہے کہ وہ بہادر ہو۔ بہادر ہتھیار سے نہیں ہوتا، بہادر قلب سے ہوتا ہے۔ قلبی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ وہی بہادر ہوتا ہے جو دنیا کی متاع زندگی بے حیثیت سمجھ کر آخرت کی متاع کو سب کچھ سمجھے تو وہ اس متاع بے حیثیت کو آخرت کی متاع پر قربان کر سکتا ہے اور جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھے وہ کاہے کو اس کو قربان کر کے اندھیرے میں جائے گا جس پر اس کا یقین نہیں ہے، جس کو وہ مانتا نہیں ہے یہ فلسفے کے خلاف ہے عقل کے خلاف ہے کہ جس دنیا کے لیے آدمی جیتا مرتا ہے، سب کچھ کرتا ہے اس کو اپنے ہاتھ سے گنوا دے، اور چھوڑ دے، کاہے کو وہ چھوڑ دے، جس کے لیے وہ چھوڑ سکتا ہے، اس پر اس کا یقین نہیں۔ کیسے وہاں کے لیے تیار ہو، کیوں جائے۔ ہزار دفعہ وہ موت کے لیے سب کچھ قربان کر دے گا۔ لیکن موت کو قبول نہیں کرے گا۔ یہ بہادری؛ اپنی جان کو کچھ نہ سمجھنا اور قربان کر دینا، حق کے لیے، آخرت کے لیے اللہ کے لیے، یہ صرف ایماندار ہی کا کام ہے۔ تو میرا مقصد زیادہ کہنا نہیں تھا اور جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم لوگ جس ماحول میں میں اور زندگی گزار رہے ہیں ہمارا نصب العین یہی ہے کہ ہم ہندوستان میں اللہ پر بھروسہ کر کے اسلام اور مسلمانوں کو باعزت مقام دلائیں اور اللہ کا فضل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بہت کافی کامیابی دی ہے۔

آج ہم ویسے بھی ان تمام خانوں سے نکل چکے ہیں جو ہمارے متعلق دنیا میں سوچے جاتے تھے۔ اور لوگ سمجھتے تھے کہ ہم لقمۂ تر ہیں جس طرح چاہیں نگل جائیں گے آج وہ چیز خواب و خیال بھی نہیں باقی ہے۔ اور کسی کو ہندوستان میں یہ جرأت حاصل نہیں ہے کہ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے مستقبل کے بارے میں لب کشائی کر سکے۔ اور اتنا نہیں۔ اللہ کا فضل و کرم ہے باوجودیکہ کبھی کبھی دقتیں پیش آتی ہیں اور ایسے ملک میں ایسی کوئی بعید بات نہیں ہے۔ لیکن آج ہم ہندوستانی مسلمان کرسی اور تخت کے دینے اور اتارنے میں باقاعدہ طاقتور حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں نے بٹھایا ہے اور گرایا ہے اور آج ملک کی کوئی پارٹی اور کوئی طاقت ایسی نہیں ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں سے بے نیاز ہو کر، بے لگام ہو کر جو چاہے کہہ دے۔ ایسی حیثیت کسی کو اللہ کے فضل سے ملک میں حاصل نہیں ہے۔ ہم لوگ دھیرے دھیرے آگے بڑھ چکے ہیں اور توقع ہے۔ اللہ کا فضل شامل حال رہا تو اور زیادہ بڑھیں گے۔ انگریز آیا تھا۔ ہندوستان میں مسلمان ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے۔ ۱۸۵۷ء آیا تھا تو مسلمانوں کا اسلام خطرے میں پڑ گیا تھا۔ ۱۹۴۷ء آیا تھا تو اسی طرح ہمارا دین، جان و مال، عزت آبرو خطرے میں پڑ گئی تھی اور پھر ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں بھی لاکھوں کٹے اور ۱۹۴۷ء میں بھی لاکھوں کٹے اور ہم ساڑھے چار کروڑ رہ گئے تھے۔ اس سے پہلے دس ساڑھے دس کروڑ مانے جاتے تھے۔

آج اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہم جان، مال، عزت، آبرو کے بارہ میں کافی آگے بڑھ چکے ہیں۔ پھر دس ساڑھے دس کروڑ ہیں اور خدا کا فضل ہے کسی کی منت ہم پر نہیں، آپ کی بھی نہیں، صرف اللہ کا فضل ہے دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس نے ہماری مدد کی ہو، اللہ کا احسان ہے کہ ہم لوگ زندہ ہیں اور قدم قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔

بہرحال آپ کی عزت افزائی و مہربانی اور کرم و نوازش کے ہم تہ دل سے شکر گزار ہیں اور آپ کی جو قربانیاں ہیں ان کو سراہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے اور آپ کے صحیح مقاصد میں صحیح طور پر کامیابی عطا فرمائے۔ ہم اگر اس قابل ہوتے کہ ہم آپ کی مدد کر سکتے تو یقیناً مدد کرتے لیکن ہم جن ظروف اور احوال میں زندگی گزار رہے ہیں اور اللہ کے فضل پر بھروسہ کر کے قدم بقدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس صورت میں ہم دوسرے ملکوں کی کوئی بہت مدد کرنے کی

پوزیشن میں نہیں ہیں۔ پھر بھی ہم نے عرب اسرائیل معاملہ میں اپنی استطاعت سے زیادہ حصہ لیا اور مدد کی ہے اور ہندوستان جیسے ملک کو امریکہ اور اسرائیل کی تمام دسیسہ کاریوں کے مقابلے میں صحیح سمت باقی رکھا اور آج تک ہندوستان اس پر قائم ہے۔ اگرچہ موجودہ حکومت کے بارے میں یہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ اندرونی طور پہ اس کا کوئی گڑبڑ رول نہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود ظاہری طور پہ ہندوستان آج بھی کسی خراب پوزیشن میں عرب ملکوں کے بارے میں نہیں ہے۔

بہر حال ہم کسی ملک کی کچھ مدد کر سکیں خاص کر اس ملک کے معاملات میں۔ حقیقت میں حالات ایسے ہیں۔ لیکن ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو خاص طور پر نوجوانوں کو ہمت عطا فرمائے اور قربانی کی توفیق عطا فرمائے اور رُخ موڑ لیں یعنی اگر "زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بہ ساز" نہ کریں "ستیز" کریں اور اس کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اور آپ اگر ایسے طویل اور خراب دَور کے بعد بھی اس ملک کا صحیح سمت رُخ موڑنے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ تاریخ کا بہت بڑا کارنامہ ہے اور تاریخ آپ کو بھلا نہیں سکے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ کرکے آپ حضرات کو صحیح سمت چلنا اور

دورۂ تفسیر کے افتتاح کے موقع پر قاسم العلوم ملتان

ولولہ انگیز تقریر

خطبہ مسنونہ کے بعد

بزرگانِ محترم! قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اس کی صفت ازلی ہے ذاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معجزات عطا فرمائے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف نبیوں کو مختلف قسم کے معجزات دیے گئے ہیں۔ حسب ضرورت زمانہ آقائے نامدار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے سردار ہیں، خاتم النبیین ہیں اور آپ کا لایا ہوا دین قیامت تک کے لیے ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے بڑا اور قیامت تک کا رہنے والا جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے معجزہ قرآنِ حکیم عطا فرمایا ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام، بادشاہوں کی بات باتوں کی بادشاہ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا کلام تمام عالم کے کلاموں کا بادشاہ ہے اور قیامت تک لوگ اس کو سمجھتے اور فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ جس کے مقدر میں ہوگا اور ہر آنے والا نئے علوم کے ابواب کو کھولتا رہے گا۔

علمِ تفسیر جس کا درس آپ کے یہاں خصوصی امتیازی شان کے ساتھ ہوتا رہا ہے اور شروع ہو

★ ★

عمل کو جاری رکھنا چاہیے، اور قربانیاں دینی چاہئیں۔ قربانیوں ہی سے کام بنتا ہے، قافلے بنتے ہیں منزل ملتی ہے اور راہ کی دشواریاں دُور ہوتی ہیں۔ اس لیے میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کی مہربانی و کرم اور عزت افزائی کے لیے پھر شکر گزار ہوں۔

میں تو بہت ناکارہ اور نااہل ہوں اور اسی کے ساتھ جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم لوگ تو بہت ٹھنڈے لوگ ہیں اور ہمارا ماحول بھی ہمارے مزاج کو ٹھنڈا رکھنا چاہتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں اسی طریقے سے کام ہو سکے۔ اس لئے آپ نوجوانوں کی گرم اور جذباتی باتوں کا اس انداز میں جواب دینے کی موافقت ہم نہیں پاتے۔ آپ کو ہماری باتوں سے کچھ مایوسی ضرور ہوگی کہ ٹھنڈی ٹھنڈی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن جس صحیح سمت آپ چل رہے ہیں اس کے لیے ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے اور صحیح سمت چلنے، سوچنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور مقاصد میں کامیابی کے ساتھ صحیح راہنمائی کرے۔

رہا ہے۔ علم تفسیر بیان مراد اللہ
اس کی تعریف ہے۔ اللہ نے اپنے
کلام سے کیا ارادہ کیا ہے کیا
اللہ تعالیٰ کہنا چاہتا ہے اسی فن
کو جس میں یہ بتایا جائے علم تفسیر
کہتے ہیں۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی
مراد کو صحیح سمجھنا اور بیان کرنا یہ
اللہ تعالیٰ کے رسول آقائے نامدار
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
کام ہے اس لیے جب تک نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملتا
ہو تب تک اسے چھوڑنا درست نہیں
ہے۔ ضلالت اور گمراہی ہے اس کے
بعد صحابہ کرامؓ کا کام ہے کیونکہ وہ
جب یہ کہیں گے کہ اللہ نے یہ
فرمایا ہے تو اپنی طرف سے نہیں
کہیں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے فرمائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو فرمایا ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى
آپ جو فرماتے ہیں اپنی طرف
سے نہیں اللہ تصدیق کر رہا ہے
کہ وہ ہماری وحی ہو گی۔

تو حضورؐ کا فرمانا وہ اللہ
کا فرمانا ہے اس لیے جو بھی کوئی
مراد حضورؐ فرمائیں وہ اللہ کی ہی
طرف سے سمجھی جائے گی — اور
صحابہ کرامؓ جو فرمائیں ان کی نسبت
جب حضورؐ کی طرف سے کوئی موجود
نہ ہو ارشاد تو وہ حضورؐ کی طرف
کی جائے گی۔ تو وہ لوگ جو فرماتے
ہیں وہ یقیناً حضورؐ سے سنا ہو گا
اس لیے اس طرح یہ فرما رہے ہیں

اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف سے وضاحت ہوتے ہوئے
یا صحابہ کرامؓ کے ارشاد ہوتے ہوئے
رائے کو دخل دینا اپنی طرف سے
قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرنا،
بیان کرنا یعنی تفسیر بالرائے یہ جائز
نہیں ہے، حرام ہے۔ اور جو ایسا
کرے وہ ضال ہے اور مضل ہے
خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہی
میں ڈالتا ہے۔ اس لیے اصولی طور
پہ یہ بات ذہن میں رکھنی بالکل
ضروری ہے تاکہ بنو اسرائیل کی
طرح ہم تحریف کے مجرم نہ ہو جائیں۔
کہ قرآن کے بیان کرنے کا حق
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کو ہے اور صحابہ کرامؓ کیونکہ بھروسے
والی جماعت ہے جن پر اللہ نے
بھروسہ کیا ہے اور قرآن نے تصدیق
کی ہے۔ اس لیے اگر وہ بیان
کرتے ہیں اور حضورؐ کے ارشاد میں
کوئی چیز موجود نہیں تو اس کو
بھی حضورؐ کی طرف سے سمجھا جائے گا
اور اس پر بھروسہ کیا جائے گا۔
جب تک اس طرح کی صراحت
موجود ہو تو اپنی رائے کو دخل
دے کر اپنی عقل سے قرآن کو بیان
کرنا اس کا حق نہیں ہے اور یہ
حرام ہے جائز نہیں۔ بدقسمتی ہے
ہمارے زمانے میں ہر زمانے میں رہا
ہو گا۔ ہمارے زمانے میں یہ فتنہ
شروع ہو چکا ہے موجود ہے کہ ایسے
ضال اور مضل لوگ موجود ہیں
گمراہ اور گمراہ کرنے والے جو اصول
یہ بتاتے ہیں کہ میرے نزدیک

قرآن کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ
اس کو پڑھو اور جو تمہاری عقل
کہے اس کا وہ مطلب لے لو
اپنی سمجھ کو وکیل بنا کر اس کو
سمجھو' یہ بالکل تحریف حرام تفسیر
بالرائے ہے۔ ہرگز جائز نہیں یہ قرآن
کے ساتھ۔ اور اس کی دعوت دینا
یہ حرام کی طرف اور گمراہی کی طرف
دعوت دینا ہے تو بدقسمتی سے اسلام
کا نام لے کر لوگوں کو اسلام کی
طرف موڑا جاتا ہے کہ یہی صحیح اسلام
ہے اور گمراہی پھیلائی جا رہی ہے۔

تو میرے محترم بزرگو! میں نے
عرض کیا کہ تفسیر کے معنیٰ ہیں
بیان مراد اللہ۔ اللہ کی مراد کو مقصد کو
بیان کرنا اور اس کا حق نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے۔
اور صحابہ کرام قرآن میں بھروسے
اور وثوق اور اعتماد کے لوگ ہیں
جن پر اللہ نے اعتماد کیا ہے،
صراحت کے ساتھ قرآن میں۔ اسی
لیے ان کا بیان معتبر سمجھا جائے گا
اگر حضورؐ کے ارشاد میں صراحت نہ
ہو۔ اس طریقے سے قرآن کو سمجھنا
اور اس کے معنیٰ متعین کرنا یہ ہونا
چاہیے اور قرآن جیسا کہ ابھی قاری
صاحب نے بیان کیا بہت سی آیات
اور احادیث ہیں۔ ابھی قاری صاحب
نے تلاوت جو کی ہے اس میں
اللہ کا وہ ارشاد کہ یہ کہا جائے گا
کہ میری قوم نے قرآن کو چھوڑ دیا۔
تو قرآن کا چھوڑنا ایک عظیم جرم
ہے۔ میں تفصیل میں تو نہیں جانا
چاہتا لیکن صلیبی جنگیں لڑتے لڑتے

جب یورپ بالکل تھک گیا تو
بین الاقوامی عالمی اجتماعات ہوتے
عیسائیوں اور یہودیوں نے اس مسئلے
پر کہ آخر مسلمان مغلوب کیوں نہیں
ہوتا ہم غالب کیوں نہیں ہوتے؟
تمام اسباب و وسائل، تیاریاں،
کوششیں، تعداد، اسلحہ وغیرہ سب
اکٹھا کرنے کے باوجود ہم مغلوب
مسلمان غالب، آخر یہ کیوں؟ تو
آخری چیز جس پر وہ لوگ جمع
ہوئے ہیں وہ یہ ہے۔ قرآن کو
ہاتھ میں لے کر اعلان کیا گیا کہ
جب تک مسلمانوں کے پاس یہ ہے
تب تک مسلمانوں کو مغلوب نہیں
کیا جا سکتا اگر مسلمانوں پر غالب
آنا ہے تو یہ قرآن اُن سے
چھینا جائے، یہ جدا ہوگا مسلمان
مغلوب ہو جائیں گے اور اس کی
کوشش سارے عالم میں سازش
اور مہم کے طور پر ہوئی اور جاری
ہے اور آج وہ جادو مسلمانوں
کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے۔
کہ مسلمان اپنے بچے کی زندگی برباد
تباہ، خراب، حافظ ختم۔ اور وہ جو
پہاڑ سمجھتا ہے قرآن کی تعلیم کو
اور عزت، شرف، کامیابی اور مقصد
حیات کا حصول سمجھتا ہے۔ قرآن
کے ترک کو، اگر بچے کو قرآن کی
تعلیم میں لگا دیں تو لوگ نوحہ
پڑھنے لگیں کہ یہ زندگی خراب ہے
کیا سوچا ہے کیا ملے گا بچے کی
زندگی خراب کر دی۔ وغیرہ وغیرہ کہ
مسجد کے بندے بنا دئیے اور کیا
ہوا؟!

میں تفصیل میں نہیں جانا
چاہتا۔ یہ آج حالت ہے قرآن
سے بعد کی۔ اور اگر قرآن نہ پڑھایا
جائے تو بدقسمتی سے مسلمان مرثیہ
نوحہ اور غم کے بجائے خوشی
محسوس کرنے میں کامیابی سمجھتے ہیں
حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے
اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی
ذلت و خواری اور سب کچھ جو
برائیاں ہوتی ہیں وہ قرآن چھوڑ کر
کے ان کے نتائج اور وہ چیزیں
بالکل ظاہر و باہر ہیں اور جب
قرآن نہیں چھوڑا تھا تو سینکڑوں
سال تک مسلمان سارے عالم پر
غالب رہا ہے اور ساری دنیا
کی تمام دولتیں اس کے پاؤں
کے نیچے تھیں۔ آخرت کا جو ہے
وہ تو ہے ہی لیکن وہ سینکڑوں
سال کی تاریخ بدقسمتی سے مسلمان
جھٹلانے کے لیے تیار ہے۔ اور
یورپ کے جادو کو جو اس کی
بربادی کے لیے اس پر مسلط کیا
گیا ہے جھٹلانے کے لیے تیار
نہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ یہ مسلمان کی
بدنصیبی کا عالم ہے ناکامی کا گویا
اثر ہے اور بہر حال یورپ کے
جادو میں مسلمان مبتلا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

تو میں اس تفصیل میں نہیں
جانا چاہتا لیکن یہ جو دنیا کی تعلیم
ہے بغیر قرآن اور دین کے یہ کامیابی
کا رستہ نہیں ہے ناکامی کا رستہ
ہے۔ جب سے یہ آئی ہے ہر روز
ایک سیڑھی مسلمان نیچے جا رہا
ہے اور جاتا رہے گا۔ کوئی طاقت
اس کو روک نہیں سکتی۔ تمام دنیا
کی پیٹرولیم، دولتیں، سونا اور چاندی
فوجیں اور اسباب اکٹھے ہوتے رہیں گے
اور ذلت بڑھتی رہے گی۔ جب تک
قرآن کو مسلمان عمل میں نہیں اختیار
کرتا اور اگر دین اور قرآن پر
مسلمان تمسک اور مضبوطی اختیار
کرے۔ یہ دولتیں ہوں نہ ہوں رفعت
ملے گی اور مل چکی ہے ندا کا وعدہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد جھوٹا نہیں ہے سچا ہے ہم
جھوٹے ہیں۔ اور دنیا جھوٹی ہے۔

تو میرے محترم بزرگو ابھی اس
وعدے پر حاضر ہوا تھا کہ مجھ کو
تقریر نہیں کرنی۔ مگر حکم حاکم مرگ
مفاجات۔ اور ویسے ہی چھوٹا ہونا
بھی اک مصیبت ہے اس لیے وعدے
کے خلاف ہوا ہے اور مجھ کو عرض کرنا
پڑا، یہ تو ایک اللہ
کا فضل و کرم ہے موقع دستیاب
ہے اور مل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ
مسلمانوں میں حقیقی روح کو بیدار کرے
اور ان کو فہم عطا فرمائے اور ان
کی عقلوں پر جو پتھر پڑ گئے ہیں
طریقے سے مسلمان قوم اس سے
نکلنے اور اللہ، اس کے رسول اور
قرآن سے تعلق پیدا کرے تو یہ
نجات کا دروازہ کھلے اور راستہ
ہموار ہو، ذلتوں اور بربادیوں سے
بچ سکے۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی
اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔ سب
کے لیے دعا کریں۔

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله۔ اللّٰهم صل وسلم وبارك علیٰ سیدنا ومولانا محمّد وعلی آله وصحبه کما تحب وترضیٰ عدد ما تحب وترضیٰ۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے ان کوششوں کو قبول فرما، بارآور فرما، اپنے دین کا بول بالا فرما، اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہماری غفلتوں کو دور فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے اس ترجمۂ قرآن کو قبول فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے قلوب کو کھول دے، شرح صدر عطا فرما۔ دل و دماغ کو یقین اور محبت و تعلق اور حقیقی علوم* سے مالا مال فرما۔ اے اللہ! خلوص، انابت، للّٰہیت عطا فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے مسلمانوں کو قرآن کا حقیقی تعلق عطا فرما۔ دوری کو، بُعد کو، بے دینی کو، فسق و فجور کو، الحاد و زندقہ کو دور فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے یورپ کی اور دشمنانِ اسلام کی تمام سازشوں کو ناکام فرما، اے اللہ اپنی رحمت اور کرم فرما، ہم کو مسلمانوں کو اپنی رحمت کا مستحق بنا۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے دستگیری فرما، اے اکرم الاکرمین! اپنے فضل و کرم سے ہماری نسلوں میں دین عطا فرما، اپنا خوف، خشیت و خلوص عطا فرما، اے اللہ! اپنے فضل سے ہم سب کو اپنے دین کے لیے قبول فرما۔ جو حضرات اس ترجمہ کو پڑھنے کے لیے آئے ہیں یا پڑھیں گے اے اللہ! ان کو صحیح دین کا جذبہ عطا فرما۔ عمل صالح عطا فرما، قرآن کا تعلق عطا فرما اس کے اثرات مرتب فرما۔ اے اللہ! اپنے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرما، اے اکرم الاکرمین!

اپنے فضل و کرم سے ہم سب کے مقاصد کو پورا فرما۔ جن لوگوں نے دعاؤں کے لیے کہا یا لکھا یا خواہش کی ان سب کے مقاصد کو پورا فرما۔ اے اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما۔ اے ارحم الراحمین! ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرما۔

نظم

سید سلمان گیلانی

جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
ابن حسین احمد مدنی کا
پیارے غور سے سُن یہ فرماں
جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
دیکھ لٹیرے لوٹ رہے ہیں
گوشہ گوشہ داماں درماں
جاگ مسلماں ، جاگ مُسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران
تیرے گھر میں آگ لگی ہے
تجھ کو ہوش نہیں ہے ناداں
جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران
لوٹ رہے ہیں ظالم ڈاکو
تیری پونجی ، تیرا ساماں
جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران
لٹ گئی تیری عزت و حرمت
خطرے میں ہے تیرا ایماں

جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران
تجھ پہ ہے نشہ نیند کا طاری
تیرے درپے گردشِ دوراں
جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویراں
بے ایماں یہ لے بھاگیں گے
تیرا مصلیٰ ، تیرا قرآں
جاگ مُسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویراں
حق کی کشتی ڈوب رہی ہے
باطل اُٹھا طوفاں طوفاں
جاگ مسلماں ، جاگ مسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران
آنکھ کھول خدا را جلدی
دیکھ تو میرا دیدہ گریاں
جاگ مسلماں ، جاگ مُسلماں
تیرا گلشن ہو گیا ویران

حضرت الامام، قطب زماں، شیخ الشیوخ، مؤسس ثانی جمعیۃ علماء اسلام

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ

بانی انجمن، خدام الدین لاہور

کی یاد میں

آپ کے محبوب جریدہ ہفت روزہ

خدام الدین لاہور کی خصوصی اشاعت

کی تاریخ کا اعلان عنقریب کر دیا جائیگا

خدام الدین کے عظیم و ضخیم نوری نمبر کی مقبولیت کے بعد

کارکنان ادارہ اپنے مرحوم بانی کی بارگاہ میں ارمغان دل پیش کرنے کا عزم کرتے ہوئے بارگاہ خداوندی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ رب العزت ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔

ہم اس یادگار زمانہ اور تاریخی دستاویز کیلئے اہل علم و اہل قلم حضرات سے خصوصی تعاون کی درخواست کریں گے، حضرت کے متعلقین کے علم میں کوئی واقعہ ہو تو ہمیں لکھ کر ارسال کر دیں اور حضرت کا کوئی گرامی نامہ یا کوئی اور تحریر ہو تو اس کا فوٹو ارسال کر دیں یا اسی طرح بھیجدیں، ہم فوٹو لے کر بحفاظت آپ کو واپس کر دیں گے۔ (ادارہ خدام الدین لاہور)

علم و عرفان کے جواہر پارے

خلاصۃ المشکوٰۃ ——— ترجمہ: حضرت لاہوری قدس سرہٗ (زیر طبع) ہدیہ -/۹

گلدستۂ صد احادیث ——— سَو منتخب احادیث کا ترجمہ ہدیہ ایک روپیہ

ملفوظات طیّبات ——— حضرت لاہوری کے خطبات جمعہ و مجالس ذکر کی مختصر رپورٹ کا خلاصہ ہدیہ ۴/۲۵

اصلی حنفیّت ——— حنفیت کیا ہے؟ از حضرت امام لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ -/۶۰

مقصدِ قرآن ——— از حضرت لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ -/۶۰

ضرورۃ القرآن ——— از حضرت لاہوری قدس سرہٗ ہدیہ ۷۵/.

اسلامی تعلیمات تالیف: ڈاکٹر محمد طفر اللہ طاہر
حضرت مولانا عبید اللہ انور کے بارہ سالہ خطبات جمعہ اور مجالس ذکر کی تقاریر پر مشتمل بہترین مواد ہدیہ -/۱۲

دفتر انجمن خدام الدین سے طلب کریں

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
۱: ... بذریعہ چٹھی نمبری ۱۹۳۲۱۵ مورخہ ۲ مئی سنہ ۱۹۵۶ء ۲: پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱-۲۴۷T مورخہ ۷ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
۳: کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۰۷۹۷/۹/۳۹-۹-۵۹۸ مورخہ ۲۲ اگست سنہ ۱۹۶۴ء ۴: راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو ۵۳۱۰-۴۰/GM مورخہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۶۷ء